رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۳۵

ازالفضل بیداللہ یؤتیہ من یشاء ۔ عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا

تار کا پتہ "الفضل" قادیان

الفضل

روزنامہ

قادیان

THE DAILY

ALFAZL, QADIAN.

ایڈیٹر غلام نبی

قیمت دو پیسے

جلد ۲۳ | مورخہ ۱۵ محرم ۱۳۵۵ھ | یوم چہارشنبہ | مطابق ۸ اپریل ۱۹۳۶ء | نمبر ۲۳۲

سر مرزا ظفر علی کا ایک شاندار کارنامہ

انہدام مسجد شہید گنج کے رنج افزا واقعہ نے جن لوگوں کے چہروں سے نقاب نوچ کر پبلک میں ان کی اصل شکل وصورت پیش کر دی اور ثابت کر دیا ہے۔ کہ اسلام کی توقیر اور مسلمانوں کے جذبات کی ان کے نزدیک کچھ بھی قدر وقیمت نہیں ہے۔ ان میں سے ایک سر مرزا ظفر علی صاحب بھی ہیں۔ اس وقت جبکہ لیڈران احرار نے کھلم کھلا مسلمانوں سے غداری کر کے مسجد شہید گنج کے تحفظ میں روکاوٹیں پیدا کیں۔ اور اس طرح مسلمانان پنجاب کے غیظ وغضب کو اپنے خلاف بھڑکا لیا۔ سر ظفر علی نے اسے اپنے لئے مسلمانوں میں رسوخ حاصل کرنے کا بہترین موقعہ سمجھا۔ اور بڑے زور کے ساتھ یہ تحریک کی۔ کہ مسجد شہید گنج کے حصول اور تحفظ کے لئے قانونی طور پر جد وجہد کرنی چاہیئے۔ اور اس میں وہ ہر طرح امداد دیں گے۔ چونکہ وہ ہائی کورٹ کے جج رہ چکے ہیں۔ اور قانونی چارہ جوئی کرنے کا مشورہ دینے میں وہی پیش پیش تھے۔ اس لئے جھٹ "مسجد شہید گنج لیگل ڈیفنس کمیٹی" تجویز کر کے انہیں اس کا صدر بنا دیا گیا۔ اور امید کی گئی۔ کہ وہ کچھ کر کے دکھائیں گے۔ لیکن منصب صدارت حاصل کر لینے کے بعد وہ ایسے گم ہوئے۔ کہ کئی ماہ تک ان کا پتہ ونشان تک نہ ملا۔ حالانکہ اسی دوران میں مقدمہ عدالت میں دائر کر دیا گیا۔ اور اسے کامیاب بنانے کے لئے بعض اصحاب قابل تعریف سعی کر رہے ہیں:۔

مولوی ظفر علی صاحب "آف زمیندار" جب کئی ماہ کی نظر بندی کے بعد حال میں رہا ہوئے تو وہ اپنے ہمنام مرزا صاحب کے طریق عمل کو دیکھ کر "دنگ رہ گئے"۔ اور آخر انہوں نے لاہور کے ایک بھرے جلسے میں کہہ ہی دیا۔ کہ "مسجد شہید گنج کے مقدمات کے سلسلہ میں مرزا ظفر علی سابق جسٹس عدالت عالیہ لاہور کی صدارت میں مالی اعانت کے لئے ایک کمیٹی بنائی گئی۔ اور رسیدیں جاری کی گئیں۔ ملک لال خاں صاحب نے جو یہاں تشریف رکھتے ہیں۔ چند ایسی رسیدیں پکڑی ہیں۔ جن پر روپیہ وصول کر لیا گیا ہے۔ مگر کمیٹی کو نہیں بھیجا گیا۔ یہ رسیدیں تین ہزار چارسو روپیہ کی ہیں۔ حالانکہ مقدمات پر اب تک صرف چودہ پندرہ سو روپیہ صرف ہوا ہے۔ اور یہ روپیہ بھی اب تک اس نیک سیرت۔ اور فرشتہ خصلت مجاہد مسلمان نے اپنی جیب خاص سے دیا ہے۔ جو نواب محمد شاہ نواز خاں والئے ممدوٹ کے نام سے مشہور ہے۔ خدا کی رحمت ہو ان پر کہ وہ اسلامی کاموں میں اتنی دلچسپی لے رہے ہیں۔ میں نے ان سے پوچھا۔ تو انہوں نے فرمایا۔ کہ کمیٹی کا کوئی حساب موجود نہیں۔ اور جو روپیہ اس وقت تک دیا گیا۔ وہ انہوں نے ہی دیا ہے۔ سر ظفر علی جن کا لاکھوں روپیہ بنک میں جمع ہے۔ اور جنہوں نے مقدمات کی پیروی کے لئے کمیٹی کی بنیاد ڈالی ہے۔ اگر وہ چاہیں۔ تو تمام اخراجات کی کفالت کر سکتے تھے۔ اگر ان کے دل میں بھی درد ہوتا۔ تو وہ نواب صاحب کی طرح فیاضی دلی سے کام لے سکتے تھے۔ لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ خیر ہمیں حق حاصل ہے۔ کہ ہم ان سے حساب طلب کریں۔ ڈاکٹر محمد عالم صاحب اور ملک برکت علی صاحب مقدمات کی بلا معاوضہ پیروی کر رہے ہیں گو چندہ نہ صرف لاہور میں بلکہ ہر جگہ فراہم ہو رہا ہے۔ اور کوئی حساب شائع نہیں ہوا۔"
(زمیندار یکم اپریل)

ان الفاظ سے ظاہر ہے۔ کہ:۔

۱۔ سر ظفر علی نے مسجد شہید گنج کے متعلق قانونی چارہ جوئی کرنے کی تحریک کی۔ اور خود اس کمیٹی کے صدر بنے جو مقدمات کی پیروی کرنے کے لئے بنائی گئی تھی:۔

۲۔ انہوں نے مقدمات پر خرچ کرنے کے لئے نہ صرف لاہور سے بلکہ دوسرے کئی مقامات سے روپیہ فراہم کرایا۔ مگر مقدمات پر ایک پیسہ بھی خرچ نہیں کیا:۔

۳۔ تین ہزار چارسو روپیہ کی ایسی رسیدیں پکڑی گئی ہیں۔ جن کا کمیٹی کے حساب میں کوئی ذکر نہیں ہے۔ اور کمیٹی کا سرے سے کوئی حساب ہے ہی نہیں:۔

۴۔ سر ظفر علی کا لاکھوں روپیہ بنک میں جمع ہے۔ اگر ان کے دل میں بھی درد ہوتا۔ تو وہ اس میں سے کچھ ہی خرچ کرتے۔ لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا:۔

۵۔ اندریں حالات مسلمانوں کو حق حاصل ہے کہ سر ظفر علی سے حساب طلب کریں:۔

یہ ہے وہ عظیم الشان کارنامہ۔ جو مسجد شہید گنج کے تحفظ کے سلسلہ میں سر مرزا ظفر علی نے سرانجام دیا ہے۔ اور جو رہتی دنیا تک درخشاں رہے گا۔ اگر وہ اتنی ہمت اور جرأت نہیں رکھتے تھے۔ کہ میدان عمل میں آکر کچھ کر سکیں۔ یا اپنے پاس سے کچھ خرچ کر سکیں۔ تو پھر مسجد شہید گنج کے تحفظ کی غرض سے قائم ہونے والی کمیٹی کے صدار ہی کیوں بنے تھے۔ ان کی سابقہ قومی اور مذہبی خدمات ہی کیا کم تھیں۔ کہ انہیں مزید سر دردی اختیار کرنا پڑی۔ یہاں تک نوبت پہونچ جانے کے بعد بھی اگر سر ظفر علی صاحب سنبھل جاتے۔ تو اور بات تھی۔ لیکن ابھی تک انہیں نہ صرف یہ محسوس نہیں ہوا کہ انہوں نے اپنی ذمہ داری کی ادائگی میں کس قدر کوتاہی کی ہے۔ بلکہ وہ یہ سمجھ رہے ہیں۔ کہ صدارت کا عہدہ منظور کر کے انہوں نے مسلمانان پنجاب پر ایک طرف تو اتنا بڑا احسان کیا ہے۔ کہ جس کا بدلہ وہ قیامت تک نہیں اتار سکتے۔ اور دوسری طرف بالواسطہ مولوی ظفر علی صاحب انہیں یہ حق حاصل ہو گیا ہے۔ کہ جس قدر چاہیں۔ اور جہاں جہاں سے چاہیں مسجد کی حفاظت کے نام سے روپیہ جمع کریں۔ مگر نہ اس کا کوئی حساب کتاب ہو۔ اور نہ وہ مقدمات کی پیروی پر خرچ کیا جائے۔ اس کے متعلق کسی قدر تفصیل دوسرے

احرار کے ایک جلسہ کے نتیجہ میں ۲۸ اصحاب احمدیت میں داخل ہوئے

ڈیرہ غازی خان ۴ اپریل - ڈیرہ غازی خاں میں احرار نے ایک عرصہ سے شور مچا رکھا تھا۔ چنانچہ محض احمدیوں کی دل آزاری کے لئے احرار نے بستی رنداں (جو سالم احمدیوں کی بستی ہے۔) سے ایک میل کے فاصلہ پر موضع گولہ ادمیں ۱۱-۱۲ فروری ۱۹۳۶ء کو جلسہ کیا۔ جس میں دیگر مولویوں کے علاوہ مشہور بدزبان لال حسین اختر مرتد نے سلسلہ عالیہ احمدیہ کے خلاف تقریریں کیں اور کافی زہر اگلا۔ اسی سلسلہ میں ان غلط فہمیوں کے ازالہ کے لئے ہم نے بھی بستی رنداں میں یکم و ۲ اپریل ۱۹۳۶ء کو جلسہ کیا۔ جس میں مولوی محمد شریف صاحب مولوی فاضل مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ تشریف لائے۔ اللہ تعالےٰ کے فضل سے ہمارا جلسہ نہایت کامیاب ہوا۔ چنانچہ دس افراد نے عین جلسہ میں اپنی بیعت کا اعلان کیا۔ اور اٹھارہ افراد اس سے قبل احرار کے جلسہ کے بعد داخل احمدیت ہو چکے ہیں۔

فالحمد للہ علیٰ ذالک

خاکسار - اخوند محمد افضل خان نائب مہتمم تبلیغ ضلع ڈیرہ غازی خان

بنگال میں احمدی مبلغ کی آمد

ڈھاکہ ۶ اپریل - عبدالرحمٰن خان صاحب بذریعہ تار اطلاع دیتے ہیں۔

چودھری ظفر الدین صاحب بی۔ اے قادیان میں ایک لمبا عرصہ قیام کرنے کے بعد بنگال پہونچ گئے ہیں۔ جس سے احمدیوں میں مسرت کی لہر دوڑ گئی ہے۔ الحمد للہ۔ آپ کلکتہ اور ڈھاکہ ٹھہرتے ہوئے برہمن بڑیہ پہونچے جہاں نماز جمعہ پڑھائی۔ گذشتہ شب آپ رنگپور میں نارتھ بنگال احمدیہ کانفرنس میں شمولیت کی غرض سے ڈھاکہ سے روانہ ہو گئے۔ کانفرنس ۱۲ اپریل کو منعقد ہو رہی ہے۔ ان کے علاوہ پراونشل امیر اور دوسرے روشن دماغ ممبران جماعت بھی وہاں جا رہے ہیں۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ اور احباب جماعت سے کانفرنس کی کامیابی کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

آریوں کے اعتراضات کے جواب میں جلسہ

قادیان ۱۶ اپریل - ۵-۶ اپریل آریوں نے یہاں جلسہ کیا۔ جس میں ان کے بعض لیکچراروں نے اسلام اور احمدیت پر نہایت بدتہذیبی کے ساتھ اعتراضات کئے۔ ان اعتراضات کا جواب دینے کے لئے ۶ اپریل کو بعد نماز عشاء لوکل جماعت احمدیہ نے زیر صدارت جناب میر قاسم علی صاحب ریتی چھلہ کی مسجد کے قریب کے میدان میں جلسہ منعقد کیا۔ جس میں میر صاحب موصوف کی دلچسپ تمہیدی تقریر کے بعد جہاشہ محمد عمر صاحب مولوی فاضل نے آریہ لیکچرار منشا رام کے اعتراضات کے معقول اور منقولی جواب دیئے۔ پھر اسی سلسلہ میں آریہ سماج کے بانی کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر گیانی واحد حسین صاحب نے روشنی ڈالی۔ دونوں مقررین نے نہایت عمدگی سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچا دی۔ کہ آریوں کے اسلام اور احمدیت پر اعتراضات ان کی کم علمی اور کم فہمی کا نتیجہ ہیں۔ چونکہ اس وقت تک آریہ سماج کے لیکچرار یہیں موجود تھے۔ اس لئے انہیں چیلنج دیا گیا۔ کہ اگر ان میں ہمت ہے۔ تو سامنے آکر گفتگو کریں۔ جلسہ رات کے گیارہ بجے ختم ہوا۔

ایک دلچسپ افواہ

ایڈیٹر

سنا جاتا ہے کہ ضلع گورداسپور کے ڈپٹی کمشنر صاحب کی تبدیلی کا ارادہ ہو چکا تھا۔ کہ الفضل میں ان کے متعلق جماعت احمدیہ کی شکایات شائع ہوئیں۔ اس پر حکومت نے ان کے تبدیل کرنے کا ارادہ فوراً بدل دیا۔ اور اب اس نے یہ فیصلہ کیا ہے۔ کہ انہیں کرو چھٹی کے میعاد کے بعد پھر گورداسپور بھجوا دیا جائے۔

اگر یہ افواہ درست ہے۔ تو ہمارے نزدیک اپنے اندر کئی دلچسپیوں کے سامان رکھتی ہے۔ اول تو یہ کہ مسٹر کھوسلہ صاحب کے تبادلہ کا سوال اب جماعت احمدیہ کے ہاتھ میں ہے۔ جب حکومت ان کے تبادلہ کا خیال کرے۔ احمدیہ جماعت کی اس خواہش کے اظہار پر کہ انہیں بدلا جائے۔ فوراً تبادلہ کا حکم منسوخ ہو جائے گا۔ ہمیں تو ان سے شکائت ہے ہی۔ پس ہم تو حکومت سے یہ مطالبہ کرتے ہی چلے جائیں گے۔ کیونکہ جائز مطالبات کا حکومت کے سامنے پیش کرنا رعایا کا حق ہے جسے بار بار حکومت برطانیہ تسلیم کر چکی ہے اس صورت میں اگر یہ صحیح ہے۔ کہ الفضل کے مضامین کی وجہ سے موجودہ ڈی۔ سی۔ صاحب کا تبادلہ روک دیا گیا ہے۔ تو اس کا یہ مطلب بنتا ہے۔ کہ یہ ضلع جسے ایک نہائت فرحت بخش پہاڑی صدر مقام نصیب ہونے کی وجہ سے خاص طور پر پسند کیا جاتا ہے۔ صرف ایک افسر کے لئے موجب تفریح بنا رہے گا۔ ہمیں تو اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ کیونکہ ہماری جماعت تو قربانیوں کی عادی ہو چکی ہے۔ ہاں ان انگریز افسروں کو ضرور تکلیف ہوگی۔ جو اس ضلع کے حصول کے لئے ہمیشہ کوشاں رہتے ہیں۔ ہم افسوس کرتے ہیں۔ کہ ان کی اس خواہش کے پورا کرنے میں ہم ممد نہیں ہو سکیں گے۔ کیونکہ جب درد پیدا ہوتا ہے۔ آہ نکلتی ہی رہتی ہے اور موجودہ وقت میں ہماری آہ حکومت کے ایک طبقہ کی نظر میں واہ کا اثر رکھتی ہے۔

دوسری دلچسپ بات اس افواہ میں یہ ہے۔ کہ اس سے حکومت کی ایک کمزوری کا علم بھی لوگوں کو ہو جائے گا۔ اگر جس افسر کے خلاف شکائت ہو۔ اس کا تبادلہ منسوخ کر دینے کا رواج پڑ گیا۔ تو آئندہ ہوشیار لوگ جس افسر کو اپنے ضلع میں رکھنا چاہیں گے۔ اس کے تبادلہ کی افواہ پر کسی اخبار میں اس کے خلاف ایک دو مضمون لکھ دیا کریں گے۔ حکومت اس افسر کے وقار کے قیام کے لئے تبادلہ کو منسوخ کر دے گی۔ اور ان لوگوں کا مقصد پورا ہو جائے گا۔ مسلمانوں سے تو امید نہیں کہ اس نسخہ سے فائدہ اٹھائیں۔ ہندو ہوشیار قوم ہے وہ ضرور اس نسخہ سے فائدہ اٹھائے گی۔ باقی رہے احمدی سو ان کا ایک وارث آسمان پر موجود ہے۔

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ کے درس القرآن کے نوٹ

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کے فرمودہ معارف و حقائق قرآنیہ کا وہ سلسلہ جس کے لئے احباب کئی ماہ سے چشم براہ تھے۔ اور بار بار مطالبہ کر رہے تھے! اللہ تعالےٰ کے فضل سے بیثبی نظر اخبار سے شروع کر دیا گیا ہے۔ اور اس پرچہ میں تمام خریداران الفضل کو قطع نظر اس سے کہ انہوں نے ضمیمہ درس کی خریداری منظور کی ہے یا نہیں بھجوایا جا رہا ہے۔ تا دوست اس کی قدر و قیمت کا اندازہ کر سکیں۔ اور دیکھ سکیں۔ کہ انہیں اس کی کس قدر ضرورت ہے۔

اس سلسلہ کو جاری کرنے کے لئے دفتر کو کافی مصارف کا تحمل ہونا پڑا ہے۔ لیکن ہم نے ناظرین پر زیادہ بوجھ ڈالنا پسند نہ کرتے ہوئے اس کی قیمت چھ ماہ کے لئے صرف ۱۲ آنے مقرر کی ہے۔ اس کے بعد جب ہفتہ میں ایک سے زائد بار اشاعت کا انتظام ہوگا۔ تو اسی نسبت سے قیمت میں اضافہ کیا جائے گا۔ جو دوست اس معمولی سی قیمت میں یہ گنج گرانمایہ حاصل کرنا چاہیں۔ انہیں چاہیئے کہ فوراً درخواستیں بھجوائیں۔ ورنہ بعد میں پہلے پرچے مہیا کرنے کی ذمہ داری نہیں لی جا سکے گی۔

(منیجر)

عید اضحیٰ کے موقعہ پر مسجد احمدیہ لنڈن میں جلسہ

عظیم الشان اجتماع اور معززین کی تقریریں

اخبار گریٹ برٹن اینڈ دی ایسٹ نے اپنے ۱۲ - مارچ کے پرچہ میں " اسلام اور سلطنت برطانیہ " کے عنوان سے مسجد احمدیہ لنڈن میں عید اضحیٰ کے موقعہ پر جو اجتماع ہوا۔ اس کی شاندار تصویر دے کر مختصر حالات بھی درج کئے ہیں۔ جن کا ترجمہ درج ذیل کیا جاتا ہے :-

عید اضحیٰ کی تقریب آٹھ مارچ کو مسجد احمدیہ لنڈن میں منائی گئی۔ اس موقعہ پر ایک جلسہ منعقد کیا گیا۔ لفٹننٹ کرنل۔ این۔ ایس آمرے۔ ایم۔ پی۔ صدر جلسہ تھے۔ اور لارڈ لائڈ سب سے بڑے لیکچرار تھے۔ مسجد میں تقریباً دو سو کی حاضری تھی۔ یہ مسجد جماعت احمدیہ کی تعمیر کردہ ہے۔ صبح کے وقت مولوی عبدالرحیم صاحب درد امام مسجد احمدیہ لنڈن نے نماز عید کے بعد ایک خاص خطبہ پڑھا۔ سلطنت برطانیہ کے تمام حصوں مصر۔ ٹرکی۔ عرب کے مسلمانوں کے علاوہ انگریز نومسلم بھی سامعین میں موجود تھے ؛؛

اس موقعہ پر مسٹر آمرے نے تقریر کرتے ہوئے کہا۔ کہ وہ اور لارڈ لائڈ اسلام کے ساتھ ذاتی اور گہری دلچسپی رکھتے ہیں۔ کیونکہ نوجوانی سے ان کے تعلقات مسلمانوں کے ساتھ چلے آرہے ہیں۔ اگرچہ میرے تعلقات اس قدر گہرے نہیں۔ جس قدر کہ لارڈ لائڈ کے ہیں۔ لیکن میں خود بھی کافی دیر تک مختلف قسم کے لوگوں کے درمیان رہا ہوں۔ اور بہت سے لوگوں سے مختلف ممالک میں اُن کے مذہبی مسائل کے متعلق گفتگو کرتا رہا ہوں۔ اور میں زمانہ کے موجودہ حالات کے باعث محسوس کرتا ہوں۔ کہ اسلامی تہذیب کی دوبارہ ترقی کے لئے حیرت انگیز موقعہ ہے ؛؛

لارڈ لائڈ نے اپنی شاندار تقریر میں کہا۔ میں ان تمام معاملات میں گہری دلچسپی لیتا ہوں جو اسلام کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ میں نے تیس سال کے قریب خوشگوار زمانہ اسلامی ممالک۔ اور مشرق میں گزارا ہے۔ پھر کہا :" میں موجودہ زمانہ میں امن کے لئے اسلام اور اس کی طاقت کو ایک ضروری چیز خیال کرتا ہوں۔ اور جہاں تک مجھ سے ممکن ہے۔ میں نے ذاتی طور پر سلطنت برطانیہ کی بہتری کی کوشش کی ہے۔ اور گورنمنٹ پر یہ اثر ڈالنے کی پوری کوشش کی ہے۔ کہ تمام دُنیا کے مسلمانوں کے ساتھ گہرے تعلقات رکھنے میں اس کے فوائد مضمر ہیں۔ اسلام نہ صرف آج کل بلکہ گزشتہ کئی سالوں سے اپنی تہذیب کو تمام دُنیا میں اور خصوصاً سلطنت برطانیہ۔ اور اس کے ملحقہ ممالک میں دوبارہ ترقی دینے کی کوشش کر رہا ہے۔ اور میں کہہ سکتا ہوں۔ کہ سلطنت برطانیہ موجودہ نازک دور میں اسلام کے لئے بہترین جگہ ہے۔ یہ میں اس لئے کہہ رہا ہوں۔ کہ ممکن ہے آج کل کے سیاست دان اس امر کو بھول جائیں۔ کہ ہندوستانی مسلمانوں میں تبدیلیاں ہماری گورنمنٹ کی خاص توجہ کی مستحق ہیں ؛؛

لارڈ لائڈ نے جنگ کریمیا کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا۔ انگریزوں اور مسلمانوں کا خون اس جنگ میں اکٹھا بہا۔ کیونکہ انگریز اور مسلمان اس جنگ میں دوش بدوش لڑے۔ ایسا ہی انہوں نے جنگ عظیم میں مسلمانوں کی حیرت انگیز وفاداری کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا۔ اسلام بہت تیزی سے پھیل رہا ہے۔ سر آغا خاں نے حال ہی میں کہا تھا۔ کہ پچاس سال پہلے دُنیا کی آبادی کا ۱/۵ حصہ مسلمان تھا۔ مگر آج کل ۱/۴ حصہ ہے۔ اور جب ہمارے بچے ادھیڑ عمر کو پہنچیں گے۔ تو یہ تعداد ۱/۳ تک پہنچ جائے گی ؛؛

لارڈ لائڈ نے تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا" میں ایک حد تک یقین رکھتا ہوں۔ کہ ان تمام ممالک میں جہاں اسلام مضبوط بنیادیں رکھتا ہے۔ تم آئندہ اسلام کو طاقتور ہوتا ہوا پاؤ گے ؛؛

مصر میں بعض وجوہات سے حالت بالکل واضح ہے۔ وائی ایم ایم اے۔ ینگ مین محمڈن ایسوسی ایشن ہماری وائی۔ ایم۔ سی۔ اے ینگ مین کرسچن ایسوسی ایشن کی طرح اپنے ہیڈ کوارٹر قاہرہ فلسطین شام۔ اور عراق میں رکھتی ہے۔ یہ آرگنائزیشن پولٹیکل پارٹیوں کے لئے نہیں۔ بلکہ یہ بلکل مذہبی اور قومی ہے۔ اختتام پر انہوں نے فرمایا۔ اسلام کی ترقی ہماری گورنمنٹ سے حفاظت کا مطالبہ کرنے کی حقدار ہے۔ اور یہ حقیقت ہے۔ کہ برطانوی مسلمانوں کو اُن کے دُوسرے ہم مذہبوں سے جدا کرنے کی کبھی کوشش نہیں کی گئی۔ اور اسے برطانوی سلطنت کہا ہی نہیں جاسکتا۔ جو تمام دُنیا کے مسلمانوں کے لئے قابلِ اعتماد نہ ہو۔ بات یہ ہے مسلمان برطانیہ کو چاہتے ہیں۔ اور برطانوی مسلمانوں کو ؛؛

آخر میں امام مسجد احمدیہ نے مقررین کا شکریہ ادا کیا۔ اور کہا۔ جو مسلمان یہاں موجود ہیں۔ انہوں نے آج کے مقرروں سے کچھ نہ کچھ ضرور حاصل کیا ہے۔ ہم ہز لارڈشپ کو سلطنت۔ اور اسلام کے درمیان ایک محبت آمیز کڑی پاتے ہیں۔ ہمارے متعلق ان کا علم لاثانی ہے۔ اور انہوں نے مسلمانوں کے دلوں کی بعض تاروں کو چھیڑا ہے۔ جس نے مسلمانوں کے دلوں پر گہرا اثر کیا ہے ؛؛

حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے طیور

انبیاء ورسل کی بعثت کی اصل غرض توحید الہیٰ کو قائم کرنا ہوتی ہے۔ چنانچہ ہر ایک نبی و رسول اپنے اپنے زمانہ کی برائیوں کے انسداد کے ساتھ ساتھ پوری قوت سے توحید کا علم بلند کرتا رہا ہے۔ لیکن مرورِ زمانہ کے باعث ان تعلیمات پر پردہ پڑ جاتا ہے۔ اور لوگ صراطِ مستقیم سے بھٹک جاتے ہیں۔ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام بھی یہی مقصد لے کر دُنیا میں آئے اور عمر بھر توحید باریتعالیٰ پر زور دیتے رہے۔ لیکن آپ کی وفات کے بعد عیسائیوں نے خود ان کو پوجنا شروع کر دیا۔ اور خدائے واحد کا شریک وسہیم قرار دے دیا۔ حتیٰ کہ یہ متعدی مرض بڑھتے بڑھتے مسلمانوں کو بھی لاحق ہو گیا۔ اور انہوں نے عیسائیوں کے ہم نوا ہو کر مسیح علیہ السلام کو پرندوں کا خالق اور دیگر صفات الٰہیہ کا مالک سمجھنا جزو ایمان بنا لیا۔ اور اس طرح مسیح علیہ السلام کو حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے افضل قرار دینے لگے

غرض مسلمانوں نے عیسائیوں کی ہمنوائی اختیار کر کے اپنے پاؤں پر آپ کلہاڑی ماری۔ اس سے تثلیث پرستوں کے حوصلے بڑھ گئے۔ اور انہوں نے چشمۂ توحید یعنی قرآن کریم سے خالقیت مسیح پر استدلال کی جرأت کی۔ چنانچہ خالقیت مسیح کے قائلین آیت انی اخلق لکم من الطین کھیئۃ الطیر فانفخ فیہ فیکون طیرا باذن اللہ پیش کر کے کہتے ہیں۔ کہ مسیح علیہ السلام خالق الطیور تھے۔ حالانکہ اگر لغت کو مدنظر رکھا جائے۔ تو یہ معنے ہرگز ثابت نہیں ہو سکتے۔ بلکہ ایک لطیف مفہوم مستور نظر آتا ہے۔ منجد میں لکھا ہے الھیئۃ حال الشیٔ وکیفیتہٗ یعنی ہیئت سے مراد کسی چیز کی حالت اور کیفیت ہے۔ آیت مذکورہ کا ترجمہ یہ ہوگا۔ میں تمہارے فائدہ کے لئے مٹی سے پیدا کرتا ہوں۔ مثل پرندے کی کیفیت کے یعنی پرواز پیدا کرنے کی وہی کیفیت ہے۔ جو پرندے کے پیدا کرنے کی ہوتی ہے۔ ان معنوں کی رُو سے کھیئۃ الطیر میں جو کاف ہے۔ اس کا فائدہ بھی ظاہر ہو گیا۔ ورنہ اس کے لئے بھی جوڑی تاویلیں کی جاتی ہیں۔ خلاصۂ کلام یہ کہ جس طرح پرندہ انڈے سیتا ہے۔ اور کچھ مدت کے بعد انڈا پرواز کرنے والے پرندے کی صورت میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح میں بھی اپنے انفاسِ قدسیہ اور صحبتِ صالحہ کے طفیل تمہاری کایا پلٹ دُونگا۔ اور تم اپنی پستی اور گمراہی کو چھوڑ کر بلند پرواز اور عالی ہمت ہو جاؤ گے ؛؛

الغرض اس آیت میں مسیح علیہ السلام نے اپنی بعثت اور مقصد بعثت کی تکمیل کا طریقہ بیان کیا ہے۔ نہ کہ مداریوں کی طرح تماشا دکھانا مقصود ہے۔ اور حسب عادت تمثیلی طور پر کلام کیا ہے۔ چنانچہ ہمارے اس بیان کی تصدیق خود انجیل سے بھی ہوتی ہے۔ لکھا ہے :

ہائے یروشلم، اے یروشلم تو جو نبیوں کو قتل کرتی ہے۔ اور جو تیرے پاس بھیجے گئے۔ انہیں سنگسار کرتی ہے۔ کتنی ہی بار میں نے چاہا۔ کہ جس طرح مرغی اپنے بچوں کو پروں تلے جمع کر لیتی ہے۔ اسی طرح میں بھی تیرے لڑکوں کو جمع کر لوں۔ مگر تم نے نہ چاہا" (متی ۲۳/۳۷)

اسی طرح لوقا ۱۳/۳۴ میں بھی بالکل یہی الفاظ موجود ہیں۔ اس واضح اور ناقابل تردید تمثیل کی روشنی میں آیت مذکورہ سے خالقیت مسیح علیہ السلام کا استنباط سلدرجہ کی نادانی ہے۔ محمد سلیم مبلغ بلاد عربیہ۔

حضرت کرشن کی ہتک کون کرتا ہے؟

یوم التبلیغ پر حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے ایک مضمون بعنوان "وہی ہمارا کرشن" تحریر فرمایا۔ جس میں آپ نے اپنے دیش کے رہنے والے ہندو بھائیوں کو پرماتما کا یہ سندیش دیا۔ کہ موجودہ زمانہ ایسا ہے۔ جبکہ پاپوں کا زور ہے۔ دھرم کی حکومت سنسار سے مٹ چکی ہے۔ اور اس کی جگہ پر ادھرم کا راج ہے۔ اور ایسے سمے جب بھی منشول پر آئے ہیں۔ پرماتما کی آدر سے ایک انسان کھڑا ہوتا رہا ہے۔ جو کہ لوگوں کے دلوں سے پاپوں کو دور کرکے ان کو ستیہ مارگ پر چلا کر پرماتما کے چرنوں میں لا کر کھڑا کرتا ہے۔

موجودہ زمانہ کا اوتار

اس سمے جبکہ ہندو قوم نانا پرکار کے پاپوں میں لین ہو چکی ہے۔ اور سارے ورن اپنے دھرم سے گر چکے تھے۔ بھگوان کرشن اپنے وعدے انوسار جو کہ آپ نے گیتا میں کیا تھا۔ کہ میں لوگوں کی ہدائت اور پاپوں کے ناش کے لئے اس سنسار میں جنم لیا کرونگا قادیان کی پوتر نگری میں ایک پرماتما کے اُپاسک کے ہاں جنم لیا۔ ان کا نام حضرت مرزا غلام احمد صاحب ہے۔ آپ نے پرماتما سے گیان حاصل کرکے سارے سنسار کو سنایا۔ کہ اے بھائیو پرماتما نے تمہارے ادھار کے لئے مجھ کو بھیجا ہے۔ تاکہ میں تم کو پاپوں سے دور کرکے پرماتما کی آدر لے جاؤں۔ اور ایشور کی کرپا سے لاکھوں انسانوں نے آپ کی اس آواز کو سویکار کرکے آپ کے دامن کے ساتھ اپنے آپ کو وابستہ کر دیا۔

ویر بھارت کا بیجا الزام

قریباً یہی مضمون ہے جو اس ٹریکٹ میں حضور نے نہائت درد دل کے ساتھ ہندو قوم کو مخاطب کرکے تحریر فرمایا ہے۔ لیکن ستیاناش ہو اودیا کا کہ اس کے کارن بڑے بڑے مدعیان علم و عقل بھی ٹھوکر کھا جاتے ہیں۔ اور پھر وہ ستیہ مارگ سے گر کر سبھتیا کو بھی بالکل چھوڑ دیتے ہیں۔ جیسا کہ سناتن دھرم کے ایک پرسدھ اخبار ویر بھارت کے ایڈیٹر نے کیا ہے

ایڈیٹر صاحب ویر بھارت بجائے اس کے کہ حضرت امام جماعت احمدیہ کے ٹریکٹ کو پڑھ کر اس پر وچار کرتے الٹا اس کے خلاف ایک لیڈنگ آرٹیکل لکھا ہے۔ جس میں حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کو ایسے ولگار اور تکلیف دہ الفاظ میں یاد کیا گیا ہے۔ کہ شرافت ان الفاظ کو دوہرانے کی بھی اجازت نہیں دیتی پھر ایڈیٹر صاحب نے اسی پر بس نہیں کی۔ بلکہ بلاوجہ ہندو قوم کو اشتعال دلاتے ہوئے یہاں تک کہہ گزرے ہیں۔ کہ تلسی رامائن میں لکھا ہے۔

ہری ہر نندا سُنے جو کانہ
ہوئی پاپ گؤ گھات سمانہ

ارتھات جو شخص بھگوان کی نندا سنتا ہے اسے وہی پاپ ہوتا ہے۔ جو کہ گؤ ہتیا کرنے والے کو۔ کیا پنجاب کے ہندو اپنی خاموشی سے یہ گناہ اپنے سر پر نہیں لے رہے"

مندرجہ بالا عبارت کی غرض سخت اشتعال دلانا اور لوگوں کو برانگیختہ کرنا ہے۔ لیکن کیا ایڈیٹر صاحب ویر بھارت بتائیں گے۔ کہ کرشن بھگوان کی کیا نندا کی گئی ہے؟ کیا کرشن بھگوان کو پرماتما کا اوتار اور اس کا پیارا ماننا نندا ہے یا کرشن بھگوان کو پرماتما کے ان مقدس اور پوتر انسانوں میں جن کو کہ پرماتما نے لوگوں کے سدھار کے لئے بھیجا شمار کرنا ان کی ہتک ہے۔ اگر نہیں تو حضرت امام جماعت احمدیہ پر ہتک کا الزام کیسا۔ جبکہ آپ نے حضرت کرشن کے متعلق انہی خیالات کا اظہار فرمایا ہے۔ چنانچہ اس ٹریکٹ میں حضور لکھتے ہیں۔

"جو کام رام اور کرشن نے نہیں کیا تھا۔ وہ آپ کیوں کرنے لگے۔ جس راہ پر مقدس اوتار نہ چلے تھے۔ آپ اس راہ پر کیوں چلنے لگے"

پھر آپ فرماتے ہیں۔

"اگر رام اور کرشن کی طرح ان کے بعد آنے والے لوگ بھی پرماتما سے تعلق رکھتے۔ تو کبھی یہ نوبت نہ پہونچتی۔ کہ خدا تعالیٰ کا اونچا آستانہ چھوڑ کر مقدس رشیوں کی اولاد بتوں اور دیوتاؤں کے آگے جھکتی پھرتی۔"

ان شبدوں کا اگر کوئی نش پکش ہو کر مطالعہ کرے۔ تو اسے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ ان کے ہردیہ میں کرشن بھگوان کی عزت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ اور باوجود ان باتوں کے جن کو کہ ہندو دھرم کی مقدس کتابوں نے بھگوان کرشن کی طرف منسوب کر رکھا ہے اور جن کے کارن وہ اوتار تو در کنار ایک اعلیٰ اخلاق کے انسان کہلانے کے بھی یوگیہ نہیں۔ ہم بھگوان کرشن کو یوگیراج اور پرماتما کے بھگت اور ایک آورش اوتار مانتے ہیں۔

بانئ جماعت احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی کئی کتابوں میں اس بات کو واضح کیا ہے۔ کہ رام اور کرشن پرماتما کے اوتار تھے۔ اور ان کو ماننا ایسا ہی ضروری ہے۔ جیسا کہ اور نبیوں یا پیغمبروں پر ایمان اور ہمارے دوسرے مسلمان بھائی ایک بہت بڑا اعتراض ہم پر یہ بھی کرتے ہیں۔ کہ جماعت احمدیہ رام اور کرشن کو جو کہ (نعوذ باللہ) کافر تھے۔ پرماتما کا اوتار اور اس کا برگزیدہ بندہ سمجھتی ہے۔ پھر جماعت احمدیہ کے لٹریچر میں کسی جگہ یہ نہیں ملے گا۔ کہ جماعت کے کسی فرد نے کرشن بھگوان کے متعلق کوئی بُرا لفظ استعمال کیا ہو۔

باوجود ان تمام باتوں کے ایڈیٹر صاحب ویر بھارت کا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز پر یہ ناپاک الزام لگانا کہ نعوذ باللہ آپ نے آنند کند یوگیراج بھگوان کرشن کی ہتک کی ہے۔ ایک ایسی کمینگی ہے۔ جس پر تہذیب آنسو بہا رہی ہے۔

کون حضرت کرشن کی ہتک کرتا ہے؟

جماعت احمدیہ کا اعتقاد جو کہ بھگوان کرشن کے متعلق ظاہر ہے کہ ہم ان کو صادق۔ راستباز اور پرماتما کی طرف سے گیان لے کر آئے تھے چنانچہ بھگوان کرشن قادیانی اپنے ایک بھاشن میں فرماتے ہیں۔

"اب واضح ہو کہ راجہ کرشن جیسا کہ میرے پر ظاہر کیا گیا ہے۔ درحقیقت ایک ایسا کامل انسان تھا۔ جس کی نظیر ہندوؤں کے کسی رشی یا اوتار میں نہیں پائی جاتی۔ وہ اپنے زمانہ کا درحقیقت نبی تھا۔ جس کی تعلیم کو پیچھے سے بہت باتوں میں بگاڑ دیا گیا۔ وہ خدا کی محبت سے پُر تھا۔ اور نیکی سے دوستی اور شر سے دشمنی رکھتا تھا۔" (لیکچر سیالکوٹ)

شریمان آنند کند بھگوان کرشن قادیانی نے اپنے اس بھاشن میں یہ بات اچھی طرح سپشٹ کردی ہے۔ کہ بھگوان کرشن اپنے سمے کا اوتار اور پرماتما کا پیارا راستباز تھا۔ اور جماعت احمدیہ کا ایک ایک بچہ ان کے متعلق یہی وچار رکھتا ہے اور جماعت احمدیہ جس طرح اور راستبازوں کی عزت کرتی ہے۔ اور ان کی ہتک ہرگز برداشت نہیں کرتی۔ اسی طرح کرشن بھگوان کے متعلق بھی ہمارا یہی طریق عمل ہے۔ چنانچہ تھوڑا ہی عرصہ ہوا اخبار الفضل نے ایک سنیما کے خلاف جس میں کہ کرشن بھگوان کے متعلق ایک برا درشیہ دکھایا گیا تھا۔ آواز اٹھائی اور حکومت سے مطالبہ کیا تھا۔ کہ اس فلم کو ضبط کر لیا جائے۔

سناتن دھرم اور حضرت کرشن

کیا کبھی ایڈیٹر صاحب ویر بھارت نے اس بات پر بھی وچار کیا ہے۔ کہ ان کی دھرم پستکوں نے کرشن بھگوان کو کس رنگ میں پیش کیا ہے۔ اگر نہیں کیا۔ تو کیا چند ایک اہم واقعات جو کہ ان کی مذہبی کتابوں میں درج ہیں۔ آپ کے سامنے رکھ کر یہ پوچھ سکتا ہوں کہ کیا کرشن بھگوان کی عزت ہے یا ہتک۔

سب سے پہلے میں اس مشہور واقعہ کو لیتا ہوں جسے سناتن دھرمی بڑے فخر سے بیان کرتے بلکہ اس کی تصویریں بنا کر بڑے شوق سے بازاروں میں فروخت کرتے ہیں۔ یعنی یہ واقعہ کہ کرشن بھگوان گوپیوں کے جبکہ وہ نہا رہی تھیں کپڑے اٹھا کر ایک درخت پر جا بیٹھے۔ جب گوپیوں کو معلوم ہوا کہ ان کے کپڑے کسی نے چرائے ہیں۔ تو وہ بہت پریشان ہوئیں۔ آخر بڑی دیر کے بعد ان کو معلوم ہوا۔ کہ کرشن جی مہاراج نے ہمارے کپڑے اٹھائے ہیں۔ اور سامنے درخت پر بیٹھ کر ہمیں دیکھ رہے ہیں۔ اس پر گوپیوں نے ہاتھ جوڑ کر تالاب کے اندر سے ہی عرض کی۔ کہ ہمارے کپڑے دے دیجئے۔ لیکن کرشن بھگوان نے جواب دیا۔ کہ جب تک پانی سے باہر نہ آؤگی میں کپڑے نہ دوں گا چنانچہ تصویر میں بالکل ننگی عورتیں باہر کھڑی دکھائی گئی ہیں۔ اور کرشن مہاراج ان کا معائنہ فرما رہے ہیں میں اس واقعہ کے متعلق ایڈیٹر صاحب ویر بھارت سے پوچھتا ہوں۔ کہ وہ یوگیراج جو کہ آورش تھا اسے اس بھیانک اور حیا سوز حالت میں پیش کرنا کیا کرشن بھگوان کی عزت ہے۔ میرے وچار میں ہر ایک وہ انسان کہ جس میں ابھی کچھ نہ کچھ عقل باقی ہے۔ یقیناً وہ اس پر ماتم کرے گا

(باقی آئندہ) خاکسار مہاشہ محمد عمر شرما

بورڈنگ تحریک جدید میں اپنے بچوں کو جلد داخل کیا جائے

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے جماعت احمدیہ کے نونہالوں کا مستقبل شاندار بنانے کے لئے بورڈنگ تحریک جدید کا سال گزشتہ سے آغاز کیا ہوا ہے۔ جس میں اس وقت ۹۰ طلبا داخل ہیں۔ اور اللہ تعالے کے فضل سے روز بروز بڑھ رہے ہیں۔ ایسے وقت میں جبکہ دنیا طرح طرح کی گندگیوں میں مبتلا ہونے کی وجہ سے بچوں کے قلوب کو میلا کر رہی ہے۔ یہاں تک کہ اس زہریلی فضا کے نتیجہ میں وہ بڑے ہو کر مذہب سے بالکل بیگانہ ہو جاتے۔ اور اپنے واحد مالک کے آستانہ پر سر جھکانے کے لئے بھی تیار نہیں ہوتے۔ یہ امر ضروری ہے۔ کہ بچپن سے ہی ان کی تربیت کا خاص خیال رکھا جائے۔ اور چونکہ ان تمام خرابیوں کی بہترین اصلاح بچپن کے زمانے میں ہی ہو سکتی ہے اس لئے وہ والدین جو اپنے بیٹوں کو بچپن کے زمانہ سے ہی ان تمام بدیوں کے اثرات سے محفوظ رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ نہایت سمجھدار اور دور اندیش ہوتے ہیں۔

ہماری جماعت کے لئے بھی آئندہ کے خطرات سے محفوظ رہنے کے لئے ضروری ہے۔ کہ اپنے بچوں کی تربیت کا خاص خیال رکھے۔ تا دشمن کا وار ان پر کوئی اثر نہ کر سکے۔ احباب کی خوش قسمتی ہے۔ کہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالے نے اسی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے سال گزشتہ سے بورڈنگ تحریک جدید جاری کیا ہوا ہے جس میں عام سکول کی پڑھائی کے علاوہ دینی تعلیم خاص طور پر دی جاتی ہے۔ علاوہ ازیں اور بھی کئی علوم و فنون سے انہیں واقفیت کرائی جائے گی۔ لیکن خاص طور پر یہ بات مدنظر رکھی جائے گی۔ کہ جس ڈیپارٹمنٹ کے قابل کوئی بچہ ہو۔ اسی ڈیپارٹمنٹ کے لئے لڑکے کو تیار کیا جائے۔ اس طرح انشاء اللہ تعالے جو لڑکا کسی کام کو اچھی طرح کریگا وہی کام اس کے سپرد کیا جائے گا۔ دوسرے کام پر لگا کر اس کا بے فائدہ وقت ضائع نہیں کیا جائے گا۔ جو والدین اپنے بچوں کو اس بورڈنگ میں داخل کرانا چاہیں۔ انہیں ایک عہد نامہ لکھ کر دینا ہو گا۔ جس میں مندرجہ ذیل باتیں درج ہوں گی:۔

۱۔ وہ لڑکے کی تعلیم و تربیت کے معاملہ میں کسی قسم کا دخل نہ دیں گے۔

۲۔ لڑکے کا خرچ ماہوار ادا کرتے رہیں گے۔ اور خرچ کے کلیۃً ذمہ دار ہوں گے۔

۳۔ کوئی سزا یا تعزیر طلبلہ کی طرف سے یا کسی اور کارکن کی طرف سے جب مقرر کی جائے۔ تو اس پر کسی قسم کا دخل نہ دیں گے۔

پس جو دوست اپنے بچوں کو اس بورڈنگ میں داخل کرانا چاہتے ہیں۔ جلدی کریں۔ کیونکہ اب نیا تعلیمی سال اپریل سے شروع ہو رہا ہے۔ اور اسی ماہ میں تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان کی جماعت بندی ہو گی۔ سال کے آخر میں بہت سی دقتیں ہوتی ہیں۔ لیکن اگر بچوں کو بورڈنگ میں ابھی سے داخل کرایا جائے۔ تو وہ آسانی سے جماعت کے ساتھ چل سکیں گے۔ اوسط خرچ ۱۲/- روپے سے لیکر ۱۵/- روپیہ ماہوار تک ہے۔ جس میں فیس سکول اور بورڈنگ اور دیگر متفرق اخراجات وغیرہ سب شامل ہیں۔

جن دوستوں نے اپنے بچے پہلے ہی بورڈنگ تحریک جدید میں داخل کئے ہوئے ہیں۔ ان کی آگاہی کے لئے لکھا جاتا ہے۔ کہ وہ کسی قسم کا لباس اپنے بورڈر بچوں کے لئے نہ بنائیں۔ کیونکہ ان بچوں کے لئے ایک خاص وردی ہو گی۔ جو یہاں سے ہی بنوا کر انہیں دیدی جائے گی۔

(خاکسار سعید احمد۔ بی۔ اے سپرنٹنڈنٹ بورڈنگ تحریک جدید قادیان)

ایک بہترین تالیف یعنی محامد خاتم النبیین ؐ

ان دنوں احرار یہ الزام لگا کر کہ بانی سلسلہ احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نعوذ باللہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی اپنی کتب میں توہین کی ہے۔ جماعت احمدیہ کے خلاف جو گمراہ کن اور بے بنیاد پروپیگنڈا کر رہے ہیں اور ناواقف اور بے خبر مسلمانوں کے قلوب میں زہر بھر کر انہیں مغالطہ میں رکھنے کی ناپاک سعی کر رہے ہیں۔ اس کے ازالہ کے لئے جناب مولوی محمد اسمٰعیل صاحب مولوی فاضل پروفیسر جامعہ احمدیہ نے محامد خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کے نام سے ایک نہایت ہی کارآمد اور مفید کتاب تالیف کی ہے۔ آپ نے یہ کتاب عمدہ کتابت اور دیدہ زیب طباعت کے ساتھ اعلےٰ قسم کے کاغذ پر شائع کی ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی زبان و قلم سے اردو۔ عربی اور فارسی نظم و نثر میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فضائل و محامد جہاں جہاں بیان کئے ہیں۔ ان تمام حوالجات کو جمع کر دیا ہے۔ اس مجموعہ کے مطالعہ سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو تمام فضائل و محاسن کا جامع سمجھتے اور آپ کی غلامی پر ہمیشہ ناز کیا کرتے تھے۔ پھر بہت سے دینی اسرار ہیں۔ جو اس کتاب کے مطالعہ سے انسان پر ظاہر ہو جاتے ہیں۔ غرض آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بلند و بالا شان اور آپ کے ارفع و اعلےٰ مقام کی حقیقت اس کے پڑھنے سے پوری طرح منکشف ہو جاتی ہے۔ اور ان انوار و برکات کا علم حاصل ہوتا ہے جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے طفیل اللہ تعالےٰ نے سلسلہ احمدیہ کو عطا فرمائیں۔

آخر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم و ارشادات درباره درود شریف اور حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کے ارشادات متعلقہ درود شریف بھی جمع کر دیئے گئے ہیں۔ مولوی صاحب کی یہ کوشش ہر لحاظ سے کامیاب۔ اور قابل صد مبارکباد ہے۔ دوستوں کو چاہئے۔ کہ اس کتاب کو کثرت سے خریدیں۔ بار بار پڑھیں اور اپنے غیر احمدی دوستوں عزیزوں ۴۲

۴۲ اور رشتہ داروں کو دکھائیں۔ یہ کتاب علاوہ علمی رنگ میں جماعت کے احباب کو فائدہ پہنچانے کے مباحثات کے وقت بھی بہت کام آسکتی ہے۔ علاوہ ازیں اس سے اس زہر کا بھی ازالہ ہو سکتا ہے۔ جو احرار آجکل جماعت احمدیہ کے خلاف پھیلا رہے ہیں۔

کتاب ۲۷۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ مگر قیمت صرف ایک روپیہ۔ خوبصورت مجلد جلد والی جس پر سنہری حروف میں نام بھی کندہ ہے۔ عمرہ کو مل سکتی ہے۔ احباب الشیبانی کتب خانہ قادیان سے یہ کتاب منگوا کر فائدہ حاصل کریں۔

داتا زید کا میں سکھوں سے مناظرہ نہ ہوا

داتا زید کا میں سکھوں سے جو مناظرہ قرار پایا تھا۔ اس کے متعلق سکھوں نے اشتہار چھاپ کر شائع کر دیے تھے۔ جن میں شرائط مناظرہ بھی درج تھیں۔ ۲۰ مارچ کی دوپہر کو احمدی مبلغین داتا زید کا پہنچ گئے۔ شام کو سردار جگت سنگھ صاحب سے جنہوں نے شرائط مناظرہ طے کی تھیں مناظرہ کا وقت دریافت کیا گیا۔ بہت سی رد وکد کے بعد انہوں نے وعدہ کیا۔ کہ کل ۲۱ مارچ کو بارہ بجے دوپہر مناظرہ شروع کیا جائے گا۔ دوسرے دن ۹ بجے صبح مولوی عبد الغفور صاحب اور مولوی محمد نذیر صاحب مقامی امیر جماعت احمدیہ کی معیت میں سکھ مناظروں کی جائے قیام پر گئے۔ اور جب ان سے دریافت کیا۔ کہ پہلی اور آخری تقریروں کے لئے کتنا وقت رکھا جائے۔ تو پروفیسر گنگا سنگھ صاحب نے کہا کیسی تقریریں کیسا وقت اور کیسا مناظرہ۔ ہم تو پہلے شرائط طے کریں گے۔ اس پر جب کہا گیا۔ کہ شرائط تو آپ کے مطبوعہ اشتہاروں میں بھی شائع ہو چکی ہیں اور مناظرہ کا وقت بھی مقرر ہو چکا ہے۔ تو انہوں نے کہا۔ کہ ہمیں وہ شرائط ہرگز منظور نہیں۔ خصوصاً شری گرونانک کے ہندو ثابت کرنے کی شرط ہم ہرگز قبول نہیں کرتے اس پر ہماری طرف سے کہا گیا۔ کہ اگر آپ کو یہ شرط منظور نہیں۔ تو اس پر مناظرہ نہ کریں صرف اسی مضمون پر مناظرہ کر لیں۔ کہ حضرت باوا صاحب مسلمان تھے یا نہیں۔ وہ اس پر رضامند ہو گئے لیکن جب مناظرہ کا وقت قریب آیا۔ تو بعض سکھ اصحاب نے آکر ہمیں کہا۔ پروفیسر گنگا سنگھ صاحب کہتے ہیں کہ ہم اس شرط پر مناظرہ کر سکتے ہیں۔ کہ گرنتھ صاحب کے سوا کسی اور کتاب کا حوالہ نہ دیا جائے۔ جب کہا گیا کہ اول تو شرائط میں آپ تسلیم کر چکے ہیں۔ کہ سکھ مذہب کے متعلق تمام کتب جو آج سے بیس برس قبل شائع ہو چکی ہیں۔ اور خالصہ ٹریکٹ سوسائٹی اور گوردوارہ پربندھک کمیٹی کی شائع کردہ کتب اور ٹریکٹ پیش ہو سکیں گے۔ اور دوسرے یہ کہ صبح آپ نے اس شرط کی عدم قبولیت کے متعلق کوئی اظہار نہیں کیا۔ تو جواب دیا گیا کہ ان کتابوں میں کئی مبالغہ آمیز اور بے سرو پا باتیں درج کر دی گئی ہیں۔ ہم نے کہا۔ آپ یہ بات لکھ دیں۔ ہم آپ کی یہ شرط بھی منظور کر لیں گے لیکن وہ لکھنے کے لئے آمادہ نہ ہوئے۔ سردار جگت سنگھ صاحب کو توجہ دلائی گئی۔ کہ آپ کے مناظر صاحب مناظرہ سے پہلو تہی کر رہے ہیں۔ اس پر انہوں نے کہا۔ کہ آپ میدان مناظرہ میں چلے جائیں پروفیسر صاحب یا مناظرہ کریں گے۔ یا پھر تشریف لے جائیں گے۔ چنانچہ ہم میدان مناظرہ میں چلے گئے۔ کچھ دیر کے بعد سکھ مناظر بھی آگئے۔ پروفیسر صاحب سے کہا گیا کہ مناظرہ شروع کیا جائے۔ انہوں نے کہا۔ میں اس وقت مناظرہ شروع کروں گا۔ جب تمام احمدیوں سے سوٹیاں اور احمدیہ کور سے لاٹھیاں وغیرہ لے لی جائیں گی۔ اس پر جناب چوہدری اسد اللہ خاں صاحب بیرسٹرایٹ لاء ایم ایل سی نے جو نیشنل لیگ کی کور کے قائد اعظم ہیں۔ اطمینان دلایا۔ کہ احمدیہ کور کے پرامن رہنے کا میں ذمہ لیتا ہوں چنانچہ انہوں نے احمدیوں کے پرامن رہنے کی ذمہ داری لکھ کر پولیس کو دیدی۔ پولیس نے سکھوں سے بھی حفظ امن کی تحریر طلب کی۔ اس پر پھر پروفیسر صاحب نے کہا کہ کور سے لاٹھیاں لے لی جائیں۔ چوہدری صاحب نے کہا۔ اگر سکھ دوست اپنی کرپانیں پولیس کے حوالے کر دیں تو میں احمدیوں سے لاٹھیاں لے کر پولیس کے سپرد کرنے کے لئے تیار ہوں لیکن پروفیسر صاحب نے یہ بات نہ مانی۔ آخر جب وہ کسی رنگ میں بھی مناظرہ کے لئے آمادہ نہ ہوئے۔ تو پبلک کی خواہش پر ہم نے الگ جلسہ منعقد کیا۔ جس میں گیانی واحد حسین صاحب اور گیانی عباد اللہ صاحب نے گورونانک صاحب کو مسلمان ثابت کرتے ہوئے دلچسپ تقریریں کیں۔ جن سے سامعین پر جن میں ہندو اصحاب بھی تھے بہت اچھا اثر ہوا۔

افسوس کہ پروفیسر صاحب کی طرف سے عمداً راہ گریز اختیار کرنے کی وجہ سے لوگوں کو جو دور دور سے مناظرہ سننے کی غرض سے آئے ہوئے تھے۔ مایوس ہو کر واپس جانا پڑا۔ خاکسار۔ رشید احمد باجوہ داتا زید کا ضلع سیالکوٹ

مختلف مقامات میں تبلیغ احمدیت

جماعت احمدیہ سیالکوٹ کا سالانہ جلسہ

۲۹، ۳۰ مارچ جماعت احمدیہ کا سالانہ جلسہ تھا۔ ۲۹ مارچ یعنی پہلے روز کی کارروائی مختصراً درج کی جا چکی ہے۔ دوسرے روز بھی نہایت اہم تقریریں ہوئیں۔ جناب سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب نے نہایت دلنشین پیرایہ میں سیاسیات کے متعلق جماعت احمدیہ کا نقطہ نگاہ بیان فرمایا۔ مولانا ابو العطاء جالندھری نے مسئلہ کفر و اسلام کے متعلق تقریر کی۔ جو بہت واضح تھی۔ مولوی عبد الغفور صاحب نے جماعت احمدیہ اور احرار کے موضوع پر تقریر کی۔ اور مولوی دل محمد صاحب نے مسئلہ جہاد پر آخری اجلاس جناب سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں ملک عبد الرحمن صاحب خادم بی۔ اے نے ختم نبوت کے بہت دلکش معانی بیان کئے۔ اور گیانی واحد حسین صاحب نے سکھوں اور مسلمانوں کے خوشگوار تعلقات پر دلچسپ تقریر کی۔ اور دعا کے بعد جلسہ بخیر و خوبی ختم ہوا۔

اس موقعہ پر احمدیہ کور کا انتظام نہایت اعلیٰ تھا تمام ضلع کی کوریں آئی ہوئی تھیں۔ اور سالار اعظم جناب چوہدری اسد اللہ خاں صاحب بیرسٹر ایم ایل سی۔ بذات خود موجود تھے۔ قادیان سے بھی کور کے بعض نوجوان پہنچ گئے تھے۔ احرار کو کسی قسم کی شرارت کا کوئی موقعہ نہیں ملا۔ جماعت احمدیہ سیالکوٹ نے مہمانوں کی خاطر تواضع میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ اور نہایت فیاضی کے ساتھ مہمان نوازی کے فرائض ادا کئے۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے۔

یکم اپریل کو صبح دس بجے جماعت کی طرف سے ایک شاندار پارٹی کا اہتمام کیا گیا جس میں غیر احمدی معززین کو دعوت ناموں کے ذریعہ مدعو کیا گیا۔ کھانے پینے کا انتظام بہت عمدہ تھا۔ اس موقع پر مولوی اللہ دتا صاحب جالندھری نے ایک باموقعہ اور برمحل تقریر کی۔

اکھنور میں جماعت احمدیہ کا سالانہ جلسہ

سیالکوٹ کے جلسہ سے فارغ ہو کر جناب سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب مولوی اللہ دتا صاحب جالندھری گیانی واحد حسین صاحب اور شیخ رحمت اللہ صاحب شاکر کو ساتھ لیکر اکھنور ریاست جموں تشریف لے گئے۔ رات کے وقت جلسہ کیا گیا۔ جس میں مولوی اللہ دتا صاحب اور گیانی واحد حسین صاحب کی دلچسپ تقریروں کے بعد جناب شاہ صاحب نے خود بھی جماعت احمدیہ کے سیاسی نقطہ نگاہ پر دلکش تقریر کی۔ مقامی معززین تشریف لائے ہوئے تھے۔ احرار نے یہاں اپنی فطرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے پتھر مارنے شروع کئے۔ مگر فوراً ہی ان کو روک دیا گیا۔ جماعت احمدیہ اکھنور کا اخلاص قابل رشک ہے

وصیّت

نمبر ۱۴۹۶:۔ منکہ عبدالحمید ولد شیخ نیاز علی صاحب قوم شیخ پیشہ ملازمت عمر تقریباً ۲۷ سال تاریخ بیعت ۱۹۲۶ء ساکن قصبہ انچولی تحصیل میرٹھ ضلع میرٹھ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۸ جنوری ۱۹۳۶ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔

میرے مرنے کے وقت جس قدر میری جائیداد ہو۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہو گی۔ اس وقت میری کوئی جائیداد نہیں۔ صرف ماہوار آمد بطور پنشن مبلغ -/۲/۷ ۳ ہے۔ اس کا ۱/۱۰ حصہ تا زیست ماہوار ادا کرتا رہوں گا۔

العبد:۔ عبدالحمید ولد شیخ نیاز علی ساکن انچولی ضلع میرٹھ بقلم خود

گواہ شد:۔ عبدالرحمٰن ولد شیخ نیاز علی قصبہ ڈبائی ضلع بلند شہر حال انچولی ضلع میرٹھ

گواہ شد:۔ حکیم عبدالصمد ولد حکیم عبدالغنی ساکن انچولی ضلع میرٹھ بقلم خود

گواہ شد:۔ قمرالدین بقلم خود

ہندوستان اور ممالک غیر کی خبریں

عدیس آبابا ۵ اپریل۔ اعلان کر دیا گیا ہے کہ دارالخلافہ میں جس قدر غیر ملکی لوگ بستے ہیں۔ وہ حالات کے زیادہ خطرناک صورت اختیار کر لینے پر برطانوی سفارت خانہ میں پناہ گزین ہو جائیں۔ حبشی آبادی نے نقل مکانی بھی شروع کر دی ہے اور لوگ شہر سے بھاگ بھاگ کر جنگلوں میں پناہ ڈھونڈ رہے ہیں علاوہ ازیں اس خطرہ کے پیش نظر کہ عدیس آبابا پر بمباری ہوگی۔ پٹرول کا تمام ذخیرہ شہر سے منتقل کر دیا گیا ہے۔

لکھنؤ ۵ اپریل۔ مسٹر سوبھاش چندر بوس کے متعلق معلوم ہوا ہے کہ وہ ۸ اپریل ساحل بمبئی پر اتریں گے۔

کلکتہ ۵ اپریل۔ "سٹیٹسمین" کو معلوم ہوا ہے کہ ہز ایکسی لینسی سر جان اینڈرسن گورنر بنگال نے بنگال میں "کنگ جارج میموریل فنڈ" قائم کر دیا ہے اور خود ڈیڑھ ہزار روپیہ بطور چندہ دیا ہے۔

شیخوپورہ ۴ اپریل۔ آج چوہڑکانہ میں روئی کے ایک کارخانہ کو آگ لگ گئی جس سے کارخانہ کا اکثر حصہ جل کر تباہ ہو گیا نقصان کا اندازہ پچاس ہزار روپیہ کیا جاتا ہے۔

نئی دہلی ۵ اپریل۔ وزیر ہند اجلاس کونسل نے ہز ایکسی لینسی لارڈ بریبورن گورنر بمبئی کو ۳۰ مئی ۱۹۳۶ء سے چار ماہ کی رخصت دیتے ہوئے ان کی جگہ سر رابرٹ بیل ہوم ممبر کو قائم مقام گورنر بمبئی مقرر کیا ہے۔

بمبئی ۵ اپریل۔ آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس کے سلسلہ میں مسٹر ایم۔ اے جناح نے یہ بیان دیا ہے کہ مسلم لیگ کا یہ اجلاس اپنی نوعیت کے لحاظ سے سب سے زیادہ اہم ہوگا اس لئے تمام ارکان سے اپیل کی جاتی ہے کہ وہ اس میں شرکت کریں۔ سب سے زیادہ اہم بات جس پر اس اجلاس میں غور کیا جائے گا۔ وہ یہ ہوگی کہ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ مجریہ ۱۹۳۵ء کی رو سے صوبجاتی حکومتوں کی جو تقسیم ہوگی اس کے متعلق مسلمانوں کو کیا پالیسی اختیار کرنی چاہئے کیونکہ لیگ کے اس فیصلہ کا مسلمانوں کے مستقبل پر جو آئین نو سے تعلق رکھتا ہے کافی اثر پڑے گا یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ لیگ کے اجلاس کیلئے ٹاؤن ہال کے مقابل میں ایک پنڈال منعقد کیا جائے جس میں ایک وقت میں کافی اشخاص کو جگہ مل سکے گی خیال کیا جاتا ہے کہ ملک کے مختلف حصوں کے تقریباً چار سو نمائندے اجلاس میں شرکت کریں گے۔

الہ آباد ۵ اپریل۔ معلوم ہوا ہے کہ بین الاقوامی معاملات کے رائل انسٹی ٹیوٹ کے ممبروں کا جو برٹش گروپ ہے۔ اس میں سے سر تیج بہادر سپرو کو بھی دعوت ملی ہے کہ وہ بحر الکاہل کے انسٹی ٹیوٹ کی چھٹی کانفرنس میں جو کیلیفورنیہ میں ہوگی بطور ڈیلی گیٹ شامل ہوں۔ جو ۱۵ تا ۲۹ اگست ۱۹۳۶ء ہوگی۔ سر تیج بہادر کا جواب ہے کہ وہ اس میں شامل نہیں ہو سکتے۔ کانفرنس کا مقصد یہ ہے کہ پر امن ممالک کی اقتصادی اور سوشل پالیسیوں کی اغراض اور نتائج کی پڑتال کی جائے۔ کانفرنس کے زیر بحث جو خاص موضوع آئیں گے وہ یہ ہیں۔ (۱) دنیا کی منڈیوں میں جاپان کی اقتصادی حالت کی ترقی۔ (۲) ریاستہائے متحدہ کی اقتصادی بحالی کا پروگرام (۳) سوویٹ یونین کی اقتصادی ترقی اور قومی پالیسی (۴) چین کی جدید قومی تعمیر اور اقتصادی ترقی (۵) بحر الکاہل میں سیاسی طاقتوں کے توازن میں تبدیلی

رنگون ۴ اپریل۔ مانگو اور یابے تانا کے درمیان چار مرتبہ ریل گاڑی کو پٹڑی سے گرانے کی کوشش کی گئی ہے۔ مگر ابھی تک مجرموں کا کوئی سراغ نہیں ملا۔

نئی دہلی ۴ اپریل۔ اسمبلی میں معاہدہ اوٹاوہ پر تین دن بحث ہوتی رہی۔ ۲۷ مارچ بحث کا آخری دن تھا جب کہ رائے شماری کی گئی۔ اس روز بمبئی میں ایک مقدمہ کی سماعت تھی۔ مسٹر جناح کو کہا گیا کہ اگر وہ اس مقدمہ کی پیروی کریں تو انہیں ایک لاکھ روپیہ فیس پیش کی جائے گی۔ مگر مسٹر جناح نے وطن عزیز کے مفاد کی خاطر اس گرانقدر رقم کو ٹھکرا دیا۔ اور بمبئی نہ گئے۔

الہ آباد ۵ اپریل۔ جنیوا کی اطلاعات مظہر ہیں۔ کہ یوپی بیکار کمیٹی کی رپورٹ پر جو عام طور پر سپرو رپورٹ کے نام سے مشہور ہے۔ انٹر نیشنل لیبر آفس کی کمیٹی غور کر رہی ہے۔

کلکتہ ۵ اپریل۔ محرم کے جلوس کے سلسلہ میں بوگرہ (بنگال) اور بھاگل پور (بہار) میں مسلمانوں کا ہندوؤں سے تصادم ہو گیا۔ جس سے کئی آدمی زخمی ہو گئے۔ بھاگل پور میں ایک دوسرے پر پتھر اور اینٹیں برسائی گئیں۔ پولیس کے بر وقت پہنچ جانے سے امن قائم ہوا۔

ٹوکیو ۵ اپریل۔ دفتر خارجہ کا بیان ہے کہ ایک ہفتہ ہوا۔ جاپانی سفیر متعینہ لنڈن نے حکومت جاپان کی طرف سے حکومت برطانیہ کو اطلاع دی ہے۔ کہ چونکہ ہندوستان اور جاپان کا تجارتی معاہدہ مارچ ۱۹۳۷ء میں ختم ہو رہا ہے اس لئے ماہ ستمبر کے لگ بھگ انڈو جاپانی کانفرنس طلب کر کے نئے معاہدہ کے متعلق گفت و شنید کرنی چاہئے۔ اگر برطانیہ نے یہ تجویز قبول کر لی تو جاپانی قونصل جنرل متعینہ کلکتہ جاپانی کمیشن کے ہندوستان پہنچنے کے لئے ابتدائی کارروائی شروع کر دیں گے۔

جودھپور ۵ اپریل۔ یونائیٹڈ پریس کو معلوم ہوا ہے۔ کہ رائے بہادر کنور سین سابق چیف جسٹس جموں و کشمیر کو جودھپور میں جوڈیشل کمشنر مقرر کر دیا گیا ہے۔ موجودہ جوڈیشل کمشنر رائے بہادر ٹھاکر چین سنگھ مستعفی ہو گئے ہیں

رنگون ۳ اپریل۔ معلوم ہوا ہے لیفٹیننٹ کرنل جے سند انسپکٹر جنرل جیل خانہ جات عنقریب رنگون سے انڈیمان روانہ ہو جائیں گے تاکہ اس امر کا جائزہ لے سکیں۔ کہ جزائر انڈیمان کی آبادی کو وسعت دینے کا کہاں تک امکان ہے

جنیوا ۳ اپریل۔ حکومت ابی سینیا نے لیگ آف نیشنز سے اپیل کی ہے کہ (۱) ابی سینیا کی مالی امداد کی جائے۔ (۲) بعض حکومتوں کی جانب سے حبشی افواج کے لئے اسلحہ کی ترسیل میں ابھی تک جو مزاحمت عائد کی جاتی ہے رفع کیا جائے۔ (۳) اطالیہ کے خلاف تعزیری احکام کو مکمل کیا جائے۔

میمن سنگھ (بنگال) ۳ اپریل۔ ایک نوجوان بنگالی جو نظر بندی کی حالت سے بھاگ گیا تھا۔ اور جس کی پولیس کو ۲ سال سے تلاش تھی۔ وہ کل رات کو موضع شہد پور کے نزدیک دو آدمیوں سمیت گرفتار کر لیا گیا گرفتاری کے وقت اس کی دست بدست سخت لڑائی ہوئی جس میں اس کو دو گولیاں لگیں۔ اب وہ نازک حالت میں ہسپتال پڑا ہوا ہے۔ پولیس کا بیان ہے۔ کہ اس کا ایک اور بنگالی کے ساتھ گہرا واسطہ تھا۔ جو چٹاگانگ کے اسلحہ خانہ پر اپریل ۱۹۳۰ء کے حملہ میں خاص شخص تھا۔ اور پولیس اسے گرفتار نہیں کر سکی

پٹنہ ۴ اپریل۔ پٹنہ کانگرس کمیٹی نے فیصلہ کیا ہے کہ بابو راجندر پرشاد کو لکھنؤ اجلاس کانگرس سے واپس آنے پر شہر کے لوگوں کی طرف سے ایک ایڈریس اور تھیلی پیش کی جائے گی

لاہور ۴ اپریل۔ معلوم ہوا ہے کہ گورنر پنجاب ۲۵ اپریل کو پنجاب لوکل سیلف گورنمنٹ کانفرنس کے دوسرے سیشن کا افتتاح کریں گے جو لاہور میں لوکل سیلف گورنمنٹ۔ گورنمنٹ انسٹی ٹیوٹ پنجاب منعقد کرائے گی۔

ماسکو (بذریعہ ڈاک) رسل و رسائل کے کمسریٹ نے ٹیلیفون میں جدید ایجادیں ہونے پر یہ فیصلہ کیا ہے کہ فوٹو کے عکس لینے اور دینے کے لئے اس سال ۲۴ اسٹیشن قائم کئے جائیں۔ ان ایجادوں کے ہو جانے سے اب یہ ممکن ہو گیا ہے کہ ماسکو سے ارکٹسک الماآتا۔ تفلس اور باکو وغیرہ کو بے تار برقی کے ذریعہ اور دیگر شہروں کو تار کے ذریعہ فوٹو کا عکس بھیجا جا سکے

امرتسر ۴ اپریل۔ معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ کرمول ڈیوڑھی میں ۳۱ مارچ کو ہندی کا جلوس گذرتے وقت جو فساد ہوا تھا اس کے متعلق تحقیقات عنقریب شروع ہونے والی ہے۔ اور یہ تحقیقات سپرنٹنڈنٹ اور ڈسٹرکٹ انسپکٹر پولیس کے سپرد کی گئی ہے۔

لاہور ۴ اپریل۔ مسٹر محمد رمضان خان آف گانمٹھا پور جو صوبہ سرحد کے کانگرس صوبائی پارلیمنٹری بورڈ کے صدر ہیں اور آل انڈیا کانگرس کمیٹی کے ممبر ہیں۔ معہ مسٹر عبد اللہ خان ساکن ٹونا۔ جو وزیرستان کے سرخپوشوں کے لیڈر ہیں اور دیگر سرخپوشوں کے لاہور آئے ہیں۔ یہ لوگ خان عبد الغفار خان سے ملنے کے لئے بریلی جا رہے ہیں اور وہاں سے انڈین نیشنل کانگرس میں شامل ہونے کے لئے لکھنؤ جائیں گے۔

جالندھر شہر ۴ اپریل۔ سپرنٹنڈنٹ آف

عبد الرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپا اور قادیان سے ہی شائع کیا۔ ایڈیٹر۔ غلام نبی

معارف القرآن

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے فرمودہ

درس قرآن شریف سے نوٹ

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

تمہید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یکم اکتوبر ۱۹۳۵ء

قرآن فہمی کیلئے تطہیر ضروری ہے

سب سے پہلی چیز جو قرآن مجید کے سمجھنے کے لئے ضروری ہے۔ وہ قلب کی حالت متاثرہ ہے۔ جبتک دل کی حالت ان معارف کو سمجھنے کے قابل نہیں ہو جاتی جو قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائے ہیں۔ اُس وقت تک ان کے سمجھنے کی اُمید رکھنا ایک امید موہوم ہے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ لَا یَمَسُّہٗٓ اِلَّا الْمُطَھَّرُوْنَ (سورۃ واقعہ ۵۶ آیت ۸۰۔ ع ۳)۔ کہ قرآن کریم کو مطہّر لوگ ہی مسّ کر سکتے ہیں۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ الفاظ کے معانی موقع و محل کے مطابق بدلتے رہتے ہیں۔ اسجگہ مطہّر کے صرف یہ معنے نہیں کہ انسان نیک یا متقی ہو۔ بلکہ یہ معنے ہیں کہ وہ اس کام کے لئے چُن لیا گیا ہو۔ اور اس کے قلب میں وہ کیفیت پیدا ہو گئی ہو جس سے وہ قرآن کریم کے مطالب اور معانی کو اچھی طرح سے سمجھ سکے۔

ہر چیز کا مطہر ہونا جدا جدا ہُوا کرتا ہے۔ بیماری کے نقطۂ نگاہ سے مطہّر کے اَور معنے ہونگے۔ اور صحت کے لحاظ سے اَور۔ لباس کے لحاظ سے اَور۔ اور غذا کے لحاظ سے اَور۔ اسی طرح قرآن فہمی کے لئے مطہر ہونا اَور ہوگا۔ کسی انسان کا صرف نماز اور روزہ وغیرہ عبادات میں ترقی کر جانا اس کے لئے قرآنی معارف کے سمجھنے کے لئے کافی نہیں ہو سکتا۔ بے شک ایسا انسان اللہ تعالےٰ کی بعض رحمتوں اور فضلوں کا وارث تو ہو جاتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ اس کو بہت سی غلطیوں سے بچا بھی لیتا ہے۔ مگر قرآنی فہم عطا ہونے کے لئے قلب مطہر کی ضرورت ہے۔ اس کے بغیر قرآنی معارف سمجھ میں نہیں آسکتے۔ پس سب سے پہلے یہ ضروری ہے کہ انسان قرآن مجید سمجھنے کے لئے اپنے آپکو تیار کرے۔

تطہیر کا پہلا جزو یہ ہے کہ انسان کو یہ یقین ہو کہ یہ خدا تعالیٰ کی کتاب ہے۔ اور اسی کی طرف سے آئی ہے۔ جب انسان اس یقین کے ساتھ قرآن کریم پڑھیگا۔ تو اللہ تعالےٰ اسے اس کے مطالب سمجھنے کا فہم عطا کریگا۔ لیکن صرف اتنا مان لینے سے کہ یہ خدا تعالیٰ کی کتاب ہے انسان اس کے مطالب سمجھنے کے قابل نہیں بن سکتا۔ بلکہ یقین سے مراد وہ کامل وثوق ہے۔ جو انسان کو ہر شک و شبہ سے نکال کر بصیرت کے مقام پر کھڑا کر دیتا ہے۔ یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ ہر مسلمان کو یہ یقین ہوتا ہے۔ کہ قرآن کریم خدا تعالےٰ کی کتاب ہے۔ صرف اتنا مان لینا کہ یہ خدا تعالیٰ کی کتاب ہے اَور چیز ہے اور اس کے مطابق قلب میں کیفیت پیدا کر لینا اَور چیز ہے۔ جس طرح صرف ظاہری اطاعت سے انسان کو حقیقی ایمان نصیب نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح محض یہ مان لینا کہ یہ خدا تعالےٰ کی کتاب ہے۔ کچھ چیز نہیں۔ قرآن کریم میں آتا ہے۔ قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰکِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِکُمْ۔ (حجرات ۴۹ آیت ۱۵۔ ع ۲)۔ اعراب کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے۔ کہدو کہ تم ایمان نہیں لائے۔ لیکن یوں کہو کہ ہم نے بظاہر مان لیا۔ اور ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل ہی نہیں ہوُا۔ اس آیت سے ظاہر ہے کہ ظاہری ایمان کافی نہیں جبتک دل میں اسکا نقش قائم نہ ہو جائے۔

کئی انسان ایسے ہوتے ہیں کہ جب کسی چیز کی تحقیقات کرتے

کرتے تھک جاتے ہیں۔ تو ہار کر اس کو بظاہر مان لیتے ہیں۔ مثلاً وکلاء کی عادت ہوتی ہے کہ جب کوئی گواہ ان کے منشاء کے مطابق گواہی نہ دے۔ تو وہ اس پر لمبی جرح کرتے جاتے ہیں۔ اور وہ آخر تھک کر جرح کرنے والے کے منشاء کے مطابق بیان دیدیتا ہے۔ اسی طرح جب انسانی دماغ تحقیق کرتے کرتے تھک جاتا ہے تو وہ ایک بات کو یونہی مان لیتا ہے۔ گو حقیقی طور پر اسنے اسے نہ مانا ہو۔ اس رنگ میں اگر کوئی قرآن کریم کو مان لے تو یہ ماننا اس کے لئے مفید نہیں ہوگا۔

یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ الٰہی کلام غیر محدود معنے رکھتا ہے۔ اور ایسا ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ جب بعض انسانی کلام بھی وسیع مطالب اپنے اندر رکھتے ہیں تو خدا تعالیٰ کا کلام اگر ان سے کم رہے تو اس کو انسانی کلام پر فوقیت کس طرح حاصل ہوگی۔ مثلاً شیکسپئر کو لے لو جو عرصہ چار سو سال سے مرچکا ہے۔ لوگ بڑا ادیب مان کر اس کے کلام کو ذوالمعارف جانتے اور لفظ لفظ کے معنے کرنے میں بال کی کھال اتارتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کے کلام کی تو شان ہی الگ ہے۔ پھر کس طرح ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ کے کلام کے خزانے محدود ہوں۔ جس طرح اس کی پیدا کردہ اشیاء کے خواص ختم نہیں ہوتے۔ اسی طرح اس کے کلام کے عجائبات اور معارف لامحدود ہیں جو کبھی ختم نہیں ہوتے۔

جو شخص قرآنی معارف کے خزانہ کو غیر محدود اور کبھی ختم نہ ہونے والا نہیں سمجھتا۔ وہ درحقیقت قرآن کریم کو خدا تعالیٰ کا کلام نہیں سمجھتا کیونکہ اگر وہ خدا کا کلام سمجھتا اور اسکو یقین ہوتا۔ کہ یہ کلام اس خدا کی طرف سے ہے جو غیر محدود ہے۔ تو اسے ساتھ ہی اس بات پر بھی ضرور یقین ہوتا کہ اس کا کلام بھی لازماً بے نظیر اور غیر محدود ہے۔ جس پر غور کرکے وہ ہر روز نئے نئے نکات معلوم کرسکتا ہے۔

پس جو شخص قرآنی معارف کو محدود سمجھتا ہے۔ اس کا دوسرے لفظوں میں یہی مطلب ہوتا ہے۔ کہ وہ اس کو خدا تعالیٰ کا کلام نہیں جانتا۔ کیونکہ جب خدا تعالیٰ غیر محدود ہے۔ تو اس کا کلام بھی غیر محدود ہونا چاہیئے۔ لیکن لوگوں نے اسے محدود قرار دے کر اس کے کلام الٰہی ہونے سے گویا انکار کردیا ہے۔

پس وہ شخص جو اس یقین اور وثوق کے ساتھ قرآن کریم نہیں پڑھتا وہ کیسے قرآن کریم کو خدا تعالیٰ کا کلام مانتا ہے۔ وہ تو اسے صرف رسمی اور زبانی طور پر کتاب الٰہی مانتا ہے۔ ایسے شخص کے دماغ کے اندر اس قسم کی سمجھ موجود ہی نہیں ہوتی کہ وہ اس کے معارف اور دقائق تک پہنچ سکے۔

کوئی شخص خدا تعالیٰ کی کتاب کو غیر محدود سمجھتے ہوئے جبتک یہ یقین اور وثوق دل میں نہ رکھے کہ اس کا ہر لفظ اپنے اندر وسیع مطالب رکھتا ہے۔ اس کا ہر ایک اعراب اور نقطہ اپنے اندر معارف رکھتا ہے۔ اس کی ہر حرکت اور سکون بلاوجہ نہیں۔ تو اس کے متعلق کیسے کہا جاسکتا ہے کہ وہ قرآن مجید کو خدا تعالیٰ کا کلام سمجھتا ہے۔ ایسے انسان کے متعلق یہی کہنا پڑے گا کہ کوشش نے اس کا دماغ تھکا دیا۔ جسکی وجہ سے اسنے رسمی طور پر اس کو مان لیا۔ ورنہ درحقیقت اس کے اندر ایمان نہیں۔ پس قرآن کریم سمجھنے کے لئے یہ ضروری ہے۔ کہ یہ پختہ یقین ہو کہ یہ خدا تعالیٰ کا کلام ہے۔ اور اس کے ہر نقطہ اور حرکت میں بے انتہا معارف ہیں جو کبھی ختم نہیں ہوتے۔ اور اس کی کوئی بات حکمت سے خالی نہیں۔ جو ایسا یقین رکھ کر اسے پڑھیگا وہ اس سے بہت کچھ حاصل کرے گا۔

(۲) علاوہ اس کے قرآن کریم پڑھتے وقت یہ بات بھی مدنظر ہے کہ قرآن کریم حبل اللہ ہے۔ یعنی خدا تعالیٰ کی طرف سے آیا ہوا ایک رستہ ہے۔ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے درمیان واقع ہے۔ جسے مضبوطی سے پکڑنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے ایک سرا اس کا خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں اور دوسرا بندے کے ہاتھ میں ہے۔ کسی چیز کا پکڑنا عام طور پر دو طرح پر ہوتا ہے۔ ایک یہ کہ اسے اپنی طرف کھینچا جائے۔ اس کی دو صورتیں ہوتی ہیں۔ یا تو دونو ایک دوسرے کو اپنی اپنی طرف کھینچنے والے ہوں۔ یا اس کے ذریعہ کسی مقصد تک پہنچنا مقصود ہو۔ دوسرے یہ کہ اس کی طاقت کو اپنے اندر لینا ہو۔ یعنی اس رستہ کو پکڑنے کی غرض یہ ہو کہ اسکی طاقت کو اپنی طرف منتقل کرنا ہے۔ جیسے بجلی کی تاروں کی غرض بجلی کی طاقت کو دوسری طرف منتقل کرنا ہوتی ہے۔

پس قرآن کریم بجلی کی تاروں کی طرح کا ایک رستہ ہے۔ بندہ اور خدا کے درمیان اس لئے قرآن کریم پڑھنے والا یہ نہ سمجھے کہ یہ قرآن میرے سامنے پڑا ہوا ہے۔ بلکہ یہ سمجھے کہ یہ قرآن مجید خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ایک رسی یا تار کیطرح ہے۔ جسکا دوسرا سرا میرے ہاتھ میں ہے۔ اور پھر دونو غرضیں مدنظر رکھے۔ کہ میں گڑھے میں گرا ہوا ہوں۔ اور قرآن کریم کو مضبوطی سے پکڑنا مجھے اٹھا کر خدا تعالیٰ کی جناب میں پہنچا دے گا۔ اس طرح وہ گناہوں سے پاک ہوگا۔ اور یہ بھی کہ خدا تعالیٰ اس تار کے ذریعہ میرے اندر اثر ڈال رہا ہے۔ اور اس کے ذریعہ مجھے خدا تعالیٰ کیطرف سے قوت اور طاقت حاصل ہورہی ہے۔ اور آیندہ بھی ہوگی۔

(۳) یہ بات سب سے زیادہ قابل توجہ ہے کہ قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ نے عمل کرنے کے لئے بھیجا ہے۔ اور اس کا ایک نام اَلذِّکْر بھی آیا ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ (زخرف ۴۳ آیت ۴۵ رکوع ۴) کہ یہ قرآن مجید تیرے لئے اور تیری قوم کے لئے شرف کا موجب ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے۔ کہ قرآن کریم کی اصل غرض یہ ہے کہ اس پر عمل کیا جائے۔ اور اس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کا شرف حاصل کیا جائے۔ اور جو چیز شرف کا باعث ہوتی ہے اس سے انسان غافل نہیں ہوا کرتا۔ پس لوگوں کو چاہیئے کہ قرآن کریم سے غافل نہ ہوں۔ بلکہ اس کی طرف پورے طور پر متوجہ ہوں۔ اسے خود سیکھیں اور اپنے اہل کو سکھائیں اور عمل کریں۔ پھر دوسروں کو تبلیغ کریں۔ اسی وجہ سے لفظ ذکر لایا گیا ہے۔ قرآن کریم ہی ہماری بقاء کا اصل ذریعہ ہے کیونکہ دنیا قرآن کریم کو نہیں مٹا سکتی۔ پس ہماری ترقی کی ایک ہی سبیل ہے۔ اور وہ یہ کہ قرآن کریم کو دل میں داخل کرلیں۔ اور اس کے پورے پورے عامل ہوجائیں۔ پھر دنیا کی کوئی طاقت ہمیں مٹا نہیں سکتی۔ یہ کتاب ایسے وقت میں آئی جبکہ لوگ تباہی کے کنارے پہنچ چکے تھے۔ قرآن کریم نے آکر انکو بہت تھوڑے عرصہ میں بلندی پر پہنچا دیا۔ اور اس بات کا یورپین لوگوں نے بھی اعتراف کیا ہے۔ پس یہ نمونہ بھی آنکھوں کے سامنے رہنا چاہیئے۔ کہ جب تک کسی چیز کو استعمال کرکے اس سے فائدہ نہ اٹھایا جائے وہ کچھ فائدہ مند نہیں ہوتی۔ مثلاً تپ میں اگر کونین استعمال نہ کی جائے تو اسے اپنے پاس رکھنے سے کیا فائدہ؟

غرض قرآن کریم کو سمجھنے کے لئے یہ بات بھی ضروری ہے کہ انسان اسے

عمل کرنے کی کوشش کرے۔ یہ مت خیال کرو۔ کہ ہم میں سے ہر ایک کوشش کرتا ہی ہے۔ کیونکہ یہ بات تو خدا تعالیٰ کے فضل سے حاصل ہوتی ہے۔ کوشش کرنے کے صحیح مفہوم کو مدنظر رکھکر ہر شخص کوشش نہیں کرتا۔ جب قرآن کریم کا خزانہ غیر محدود ہے۔ تو ہم کو ہر روز کوئی نیا نکتہ معلوم ہونا چاہیئے۔ اور اگر ہر روز ہمیں کچھ نہ کچھ نیا علم حاصل ہوتا ہے تو ہر روز ہم میں نئی تبدیلی بھی ہونی چاہیئے۔ اگر ہم میں کوئی نئی تبدیلی نہیں ہوتی۔ تو یہ کہنا درست نہیں کہ ہم اسے سمجھتے ہیں۔ بلکہ اس سے تو یہ پتہ لگے گا کہ ہم اس کے ساتھ کھیل رہے ہیں۔ اور جو شخص اسکو کھیلنے کے لئے پڑھتا ہے اس پر اس کے معارف نہیں کھلا کرتے۔

جب یہ ایک غیر محدود خزانہ ہے تو اس میں سے نئے معارف بھی تو ہر روز حاصل ہونے چاہئیں۔ بیشک ہم نماز پڑھتے ہیں۔ مگر آج کی قرأت کے نتیجہ میں نہیں۔ روزہ رکھتے ہیں مگر آج کی قرأت کے نتیجہ میں نہیں۔ سچ بولتے ہیں مگر آج کی قرأت کے نتیجہ میں نہیں۔ غیبت نہیں کرتے مگر آج کی قرأت کے نتیجہ میں نہیں۔ بلکہ یہ باتیں تو ہمیں اپنی اپنی عمر کے مطابق دس۱۰ بیس۲۰ تیس۳۰۔ چالیس۴۰۔ پچاس۵۰۔ ساٹھ سال پہلے کی قرأت کے نتیجہ میں حاصل ہوئی ہیں۔ پس دیکھنا یہ ہے کہ جو تلاوت قرآن کریم کی ہم بعد میں کرتے ہیں۔ اس سے ہماری نماز۔ ہمارے روزے۔ اور ہمارے دوسرے اعمال پر کیا اثر پڑتا ہے۔ اگر کچھ نہیں تو معلوم ہوا۔ کہ پہلی تلاوت کے بعد ہم نے قرآن کریم کے خزانہ سے اور کچھ نہیں حاصل کیا۔

پس جو کلام پڑھا جائے اس کے معارف بھی سیکھنے چاہئیں اور پھر انکو عمل میں لانا چاہیئے۔ اور اگر ہم ان پر عمل نہیں کرتے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم قرآن کریم سے کھیلتے ہیں۔ اور خدا تعالےٰ کھیلنے والوں کو معارف نہیں سمجھایا کرتا۔ اپنے اندر تبدیلی ہونی چاہیئے۔ تا اس سے کچھ فائدہ حاصل کیا جائے۔ اور کچھ نہ ہو سکے تو جو کچھ سمجھ میں آئے اسے دوسروں تک پہنچایا جائے۔ اور یہ قلیل ترین چیز ہے۔ جیسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بعض زمینیں ایسی ہوتی ہیں جن میں کاشت نہیں ہوتی۔ لیکن انہیں پانی کھڑا رہتا ہے۔ جس کے ذریعہ دوسری زمینوں کو سیراب کیا جاتا ہے۔ پس تم بھی کم سے کم ایسی زمین کی طرح دوسروں کو فائدہ پہنچاؤ۔ لیکن اگر کسی رنگ میں بھی عمل نہ کیا جائے تو الٰہی سنت کے مطابق معارف اور علوم نہیں عطا کئے جاتے۔

غرض قرآن کریم کے پڑھنے سے اپنے اندر کچھ نہ کچھ تبدیلی ضرور ہونی چاہیئے۔ اور یہ کم از کم ہے کہ جو کچھ کوئی سمجھے اسے دوسروں تک پہنچائے۔ اور جب تمہارے دل میں قرآن داخل ہو جائیگا تو خدا تعالےٰ قرآن کے ذریعہ تم کو مٹنے سے بچالیگا۔ اور تمہاری حفاظت کرے گا کیونکہ تمہارے مٹنے کے یہ معنے ہونگے کہ قرآن دنیا سے مٹ جائے۔

قرآن کریم ایسے وقت میں نازل ہؤا۔ کہ دنیا میں ظلمت اور تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔ مذاہب خراب ہو چکے تھے۔ یورپ کے مصنفین نے بھی اپنی کتابوں میں اس بات کو تسلیم کیا ہے۔ کہ خواہ کچھ بھی ہو قرآن کریم میں ایسی بات ضرور ہے جو دلوں پر اثر کرتی ہے۔ جب مخالف بھی اس بات کو مانتے ہیں۔ تو پھر ہم جو ماننے والے ہیں کیوں اسکی طرف توجہ نہ کریں۔ پس لوگوں کو چاہیئے کہ وہ قرآن کریم کو سیکھیں اور دوسروں کو سکھانے اور پڑھانے کی کوشش کریں۔ پھر دیکھیں گے کہ کیسی اعلیٰ روحانی ترقی ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کیسے کیسے نکات بتاتا ہے۔

(۴) یہ بات بھی مدنظر رکھنی چاہیئے کہ قرآن کریم عربی زبان میں نازل ہؤا ہے۔ اس لئے اس کے سمجھنے میں عربی زبان کی باریکیوں کو بھی مدنظر رکھنا چاہیئے۔ اور عربی زبان کا علم ایک وسیع علم ہے۔ اس میں بعض ایسے علوم ہیں جو ابھی تک کسی کتاب میں مدوّن نہیں ہوئے۔ مثلاً حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لفظ توفّی کا قاعدہ بیان کیا ہے۔ کہ اگر لفظ توفّی باب تفعّل سے ہو۔ اور اللہ فاعل اور کوئی ذی روح مفعول ہو تو اس کے معنے قبض روح کے سوا اور کچھ نہیں ہوتے۔ مگر یہ معنے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے استنباط سے نکالے ہیں۔ کسی کتاب یا لغت میں نہیں پائے جاتے۔

پس عربی زبان میں اتنی وسعت ہے کہ کوئی لغت نویس اس پر حاوی نہیں ہو سکا۔ مگر میں سمجھتا ہوں کہ آجتک جسقدر لغتیں مدوّن ہو چکی ہیں ان پر ہی اگر غور کیا جائے تو ان سے بھی بہت مدد مل سکتی ہے۔ مگر افسوس کہ تفاسیر میں عربی لغات کی طرف توجہ ہی نہیں کی گئی۔ صرف اجتہاد سے کام لیا گیا ہے جس کی وجہ سے ابتک قرآن کریم کے بہت سے مطالب اور معارف مخفی چلے آرہے ہیں۔ پس قرآن کریم کے سمجھنے کے لئے عربی لغات کی طرف بھی توجہ کرنی چاہیئے۔ اور ضروری ہے کہ عربی لغت اور قواعد کے ماتحت تفسیر ہو۔

(۵) پانچویں بات یہ ہے کہ قرآن کریم کی بہترین تفسیر وہی ہو سکتی ہے جو خود قرآن کریم کے کسی دوسرے حصے سے ہوتی ہو۔ قاعدہ ہے کہ جو شخص بات کرتا ہے اس کی اپنی تفسیر مقدم ہوگی۔ اس تفسیر سے جو کوئی اَور کرے اور اس کی بات کو سمجھنے کے لئے زیادہ تر اس کے اپنے الفاظ کو ہی مدّنظر رکھا جاتا ہے۔ مثلاً اگر قرآن کی ایک آیت دوسری آیت کے معنے کرے تو وہ مقدم ہوں گے۔ کسی اور کے کئے ہوئے معنے پر۔ پس قرآن کریم کی ایک آیت کے معنے کرتے وقت دوسری آیات کو دیکھنا ضروری ہے۔ اور جن معانی کی دوسرے مقامات سے تائید ہو انکو مقدم رکھنا چاہیئے۔

(۶) چونکہ قرآن کریم کے لانے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور قرآن کریم کا لانیوالا دوسروں کی نسبت اس کے معنے بیان کرنے کا زیادہ مستحق ہے۔ اس واسطے دوسروں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر کو ترجیح دیجائے گی۔ خواہ وہ آپکی تفسیر قولاً ہو یا فعلاً۔ کیونکہ آپؐ کا عمل بھی قرآن کا مفسّر ہے۔ مگر اس میں بعض دقتیں بھی ہیں مثلاً یہ کہ احادیث ایک لمبے عرصہ کے بعد مدوّن ہوئی ہیں۔ اور بعض لوگوں نے اپنے کلام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ اس غلطی سے بچنے کا ذریعہ یہ ہے کہ حدیث کو قرآن کے تابع رکھیں۔ اللہ تعالےٰ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرماتا ہے۔ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى۔ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى۔ (سورۃ نجم ۵۳ آیت ۴۔ ۵) یعنی وہ اپنی خواہش سے نہیں بولتا۔ وہ تو صرف وحی ہے جو اس کی طرف کیجاتی ہے۔ پس اگر کوئی حدیث قرآن کریم کے خلاف ہو تو ایسی حدیث سے بچنا چاہیئے۔ مگر احادیث کی عظمت پیش نظر رہے۔ اور بلا کافی دلیل کے نظر انداز نہ کیا جائے۔

(۷) یہ بھی دیکھنا چاہیئے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے جنہوں نے قرآن کریم سیکھا ہے انہوں نے اس کے کیا معنے کئے ہیں۔ لیکن ایک بات مدنظر رکھنی چاہیئے کہ ایک تو خود سمجھتا ہے اور دوسرا سُنتا ہے۔ اُس صحابی کا قول تب معتبر سمجھا جائیگا۔ جبکہ اس میں اسنے یہ بتایا ہو کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنکر کہہ رہا ہے۔ یا اسکی عملی تفسیر تب قبول کی جائے گی جب کہ دوسرے صحابہ نے بھی اس کے عمل کی تصدیق کی ہو۔ ورنہ جبتک اس کا عمل قرآن کریم کے ماتحت نہ ہوگا نہ مانا جائے گا۔ پس صحابہ سے جو تفسیر ثابت ہو اس کا وہ حصہ لیا جائیگا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہوگا۔ جس کی بابت یا تو خود صحابی نے بتایا ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ معنے کئے ہیں۔ یا وہ بات ایسی ہو جو اسے اجتہاد سے حاصل ہونی ممکن نہ ہو بلکہ ضروری ہو کہ اس نے وہ عمل رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سیکھا ہو۔

(۸) قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ

لَحٰفِظُوْنَ (حجر ۱۵- آیت ۱۰- ع ۱) کہ ہم نے ہی اسکو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔ اور اس حفظ کا گُر یہ ہے کہ ہر صدی پر مجدد آئینگے جو تجدید کرتے رہیں گے۔ اور انہیں سے ایک کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے۔ لَوْکَانَ الْاِیْمَانُ مُعَلَّقًا بِالثُّرَیَّا لَنَالَہٗ رَجُلٌ مِّنْ فَارِسَ۔ اور بعض روایات میں لَوْکَانَ الْقُرْاٰنُ مُعَلَّقًا بِالثُّرَیَّا آیا ہے۔ یعنی اگر ایمان یا قرآن ثریا سے لٹکا ہوا ہوگا تو فارس کا ایک آدمی اس کو پالے گا۔ (ترمذی) یعنی قرآن مٹ جائیگا۔ تو اس کو فارسی الاصل مرد کے ذریعہ دوبارہ دنیا میں قائم کیا جائیگا۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کلام بھی قرآن کریم کی تفسیر کرنے کے لئے بہت اعلیٰ ذریعہ ہے۔ پس آپ کا کلام بھی ترجیح کے قابل ہے۔ اور یہ دیکھ لینا ضروری ہے کہ قرآن کریم کی تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تفسیر کے مطابق ہو مخالف نہ ہو۔ کیونکہ اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ سے نور پھیلا ہے۔ اور بہت سے علوم آپکے ذریعہ سے کھولے گئے ہیں پس قرآن کریم کو سمجھنے کے لئے ایک یہ بھی ذریعہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کلام کو مدنظر رکھا جائے۔ اور اس کلام کی روشنی میں قرآنی علوم کو سمجھنے کی کوشش کیجائے۔

اگرچہ آپنے کوئی مستقل تفسیر نہیں لکھی۔ مگر آپکی کتب میں تفسیر قرآن کے اصول اور قرآن کریم کو سمجھنے کا بہت سا سامان موجود ہے۔ اور اگر آپکے بیان کردہ قواعد کو مدنظر رکھا جائے تو بہت سے علوم کھلتے ہیں۔ اور گو آپنے کوئی مستقل تفسیر نہیں لکھی۔ مگر آپ کی کتابوں میں اتنی تفسیر موجود ہے کہ جسے دیکھ کر دنیا حیران رہ جاتی ہے۔ اس کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتابوں کا گہری نظر سے مطالعہ کرنا چاہیئے جن میں قرآن کریم کو سمجھنے کے لئے کافی سامان موجود ہے جس سے ہر انسان فائدہ اٹھاسکتا ہے۔

(۹) یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیئے کہ قرآن کریم خدا تعالےٰ کا کلام ہے۔ اور کسی کا قول اسکے فعل کے مطابق ہونا چاہیئے پس اس کے جو معنے فعل الٰہی کے مطابق ہوں۔ وہی صحیح ہوں گے۔ اور جو خلاف ہوں گے وہ غلط۔ مثلاً کسی آیت کے متعدد معانی ہو سکتے ہوں اور بعض ان میں سے فعل کے مطابق اور بعض فعل کے خلاف معلوم ہوتے ہوں۔ تو جو معنے فعل کے مطابق ہونگے وہ مقدم ہوں گے۔

(۱۰) پھر قرآن کریم میں بعض باتیں ایسی ہیں۔ جو زمانہ ماضی کے متعلق ہیں۔ ایسے امور کے متعلق وہ معنے مقدم ہوں گے جو تاریخی شہادت سے ثابت ہوتے ہوں۔ مثلاً کسی آیت کے ایک معنے کو تاریخی شہادت درست قرار دیتی ہو اور دوسرے معنے کی شہادت نہ دیتی ہو تو وہ معنے مقدم ہوں گے جو تاریخ سے ثابت ہوں گے۔ اور آیت کے وہ معنے کئے جائیں گے جو تاریخ کے مطابق ہوں بشرطیکہ آیت کے الفاظ بھی ان معنوں کے متحمل ہوں۔

(۱۱) اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کے اندر بھی روحانیت کا ایک چشمہ پھوٹا ہوا ہے۔ پس وہ معنے کرتے وقت اپنی ضمیر سے بھی پوچھ لے کہ آیا جو معنے وہ کرتا ہے دیانتداری سے کرتا ہے یا کسی خاص مدعا اور خیال کو مدنظر رکھ کر اس کی تائید کرنے کے لئے کرتا ہے۔ بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ انسان کسی آیت کا ترجمہ کوئی بات مدنظر رکھ کر کرتا ہے۔ تاکہ وہ بات ثابت ہو جائے۔ لیکن وہ معنے کرنے چاہئیں جن کی تائید ضمیر بھی کرتی ہو۔

(۱۲) یہ کہ قرآن کریم دنیا میں ہدایت لے کر آیا ہے۔ پس اس کے وہ معنے مقدم ہونگے جو دنیا کے لئے سب سے زیادہ مفید ہوں۔ ان سے کم مفید ان سے ادنیٰ درجہ پر رکھے جائیں گے۔ اگر ایک معنے سے زیادہ فائدہ پہنچتا ہے اور دوسرے سے کم۔ تو زیادہ فائدے والے معنے خدا تعالےٰ کے نزدیک مقبول ہوں گے۔ کیونکہ وہی اصل مقصد کے زیادہ قریب ہیں۔

(۱۳) پھر اس بات کو یاد رکھنا بھی ضروری ہے۔ کہ استعارات اور مجازات جس طرح انسانی کلام میں ہوتے ہیں اسی طرح خدا تعالیٰ کے کلام میں بھی پائے جاتے ہیں۔ مگر اس امر میں بہت سے مفسرین افراط و تفریط کیطرف چلے گئے ہیں۔ بعض مفسرین نے تو تمام قرآن کریم کو استعارات اور مجازات پر ہی محمول کر دیا ہے۔ اور بعض نے ایسے ان سے بالکل ہی معرّا قرار دیا ہے۔

تفسیر روح المعانی میں جو ایک بزرگ امام تصوّف کی لکھی ہوئی ہے تمام قرآن کریم کو استعارہ اور مجاز ہی قرار دیا ہے۔ اگر کسی جگہ آدم کا لفظ آیا ہے تو اس کے کچھ اور ہی معنے لئے ہیں اور موسیٰ کا نام آیا ہے تو اس سے بھی کچھ اور ہی مراد لی ہے۔ اور کہیں شیطان کا لفظ آیا ہے تو اس سے بھی کچھ اور ہی معنے مراد لئے ہیں۔ غرض بعض مفسرین نے سارے قرآن کریم کو استعارات اور مجازات قرار دیدیا ہے۔ اور بعض نے اس کے خلاف یہ سمجھا ہے کہ سارے قرآن میں کہیں بھی کوئی استعارہ یا مجاز نہیں۔ مگر یہ دونو گروہ غلطی پر ہیں۔ ہر فصیح کلام میں ان دونو پہلوؤں کا پایا جانا ضروری ہے۔ اچھا کلام وہی سمجھا جاتا ہے جس میں مجازات اور استعارات بھی ہوں۔ اور حقیقت اور ظاہر بھی ہو۔ نہ سارا کلام استعاروں میں ہو اور نہ سارا ظاہر میں۔ اگر کوئی شخص اپنے کلام کے ہر ایک حصہ کو استعارہ اور مجاز کی صورت میں ہی لاتا ہے تو وہ بھی درست راہ اختیار نہیں کرتا۔ کیونکہ لوگوں کے لئے اس کے کلام کا سمجھنا مشکل ہو جائیگا۔ اور اگر کوئی شخص اس پیرایۂ بیان سے کام ہی نہیں لیتا۔ اور حقیقت پر ہی حصر رکھنا چاہتا ہے تو وہ بھی اس میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔

دیکھو اگر کسی شخص کے متعلق کہا جائے کہ اسکی آنکھ بیٹھ گئی ہے۔ تو اس فقرہ کے حقیقی معنے مراد نہیں ہوں گے۔ اور یہ مطلب نہیں ہوگا۔ کہ پہلے تو اس کی آنکھ پاؤں کے بل چل رہی تھی یا اپنے پاؤں پر کھڑی تھی اور اب بیٹھ گئی ہے۔

غرض مجاز کے طریق کو بالکل چھوڑ کر کوئی زبان بولی ہی نہیں جاسکتی۔ اور مجاز کی صورت میں حقیقی معنے مراد لینے سے کلام کا مطلب بگڑ جاتا ہے۔ اس لئے حقیقت اور مجاز کو موقع اور محل پر ملحوظ رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ اور ان میں سے کسی کو چھوڑا نہیں جاسکتا۔

پس قرآن کریم میں استعارہ اور مجاز بھی موجود ہے اور حقیقت بھی۔ اللہ تعالےٰ نے ان دونو کو سمجھنے کیلئے بھی اصول بتائے ہیں۔ جو انشاء اللہ تعالےٰ آئندہ بیان کئے جائیں گے۔ بہرحال یہ دونو قرآن کریم میں موجود ہیں۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلام میں بھی ایسا پایا جاتا ہے۔ اور اس بات کو نہ سمجھنے کی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات کے متعلق بعض مخالفین نے ٹھوکر کھائی ہے۔ جب قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کی آنکھ۔ اس کے ہاتھ اور پاؤں کا ذکر آجائے تو لوگ اسے استعارہ یا مجاز قرار دیتے ہیں مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلام میں اسے نہیں مانتے۔ مثلاً اگر آپ کی وحی الٰہی میں یا آپ کے کلام میں حیض کا لفظ آجائے تو کہتے ہیں کہ ہم نے حیض ہی دیکھنا ہے۔ اس غلطی کی وجہ سے کئی لوگوں نے ٹھوکریں کھائی ہیں۔

(۱۴) پھر ایک بڑی بھاری چیز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل دی ہے۔ جو خدا تعالیٰ کے کلام کو سمجھنے میں ممد ہوتی ہے۔ اس لئے جہانتک عقل خدا تعالےٰ کا کلام سمجھنے میں مدد دے سکے۔ اس سے بھی کام لینا چاہیئے۔ اور جہاں پر عقل عاجز آجاتی ہے۔ وہاں خدا تعالےٰ کا کلام اس کی راہ نمائی کرتا ہے۔ عقل کی مثال سواری کی سی ہے۔ پس جس طرح